

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بِیْ مُحَمَّدٍ

انّما انا قاسمٌ واللّٰهُ یُعْطِیْ الحديث  
 "بیشک میں تو قاسم (تقسیم کرنے والا) ہوں عطا کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے"  
ابن ابی شریبہ تواتر صحیح مسلم

# بدعت اور شُرک کی اصلیت

ارشادات

عاشقِ رسول، شاہِ شاہان، خواجہ خواجگان، قطب العالم،  
 فقیہ بے بدل، فقیہ بے مثال، فقیہ محمدی، فقیہ فانی فی اللہ بانی باللہ

حضرت خواجہ شاہ محمد افضل

فادری چشتی، صابری نظامی، قلندری

المعروف افضل شکرکار

پبلشرز:

حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ

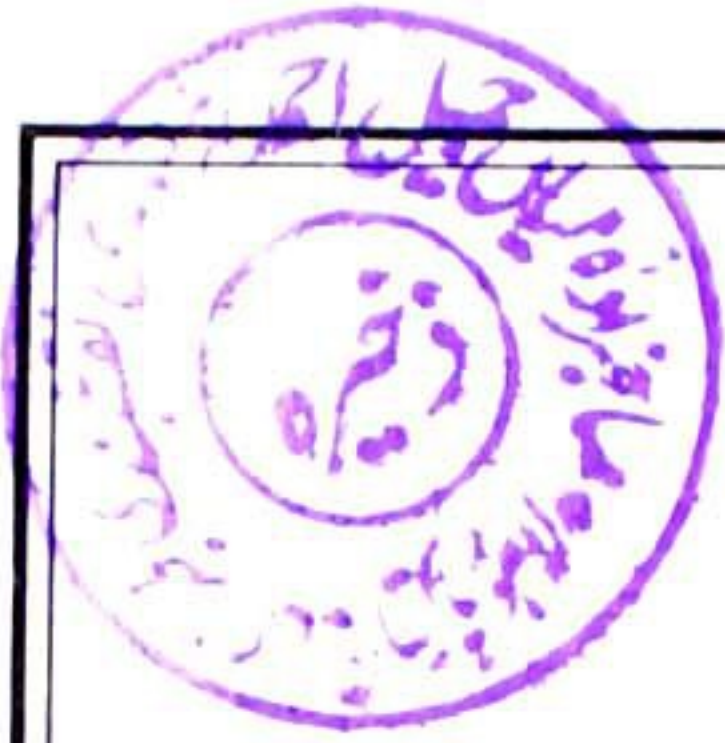
ملنے کا پتہ: ۶۸-۶۷ اور سمیز ہاؤسنگ سوسائٹی بلاک ۷۸-۷۷ کراچی

81140

نام کتاب — بدعت اور شرک کی اصلیت  
ترتیب و پیشکش — حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ، کراچی  
ناشر — حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ، کراچی

| تعداد | تاریخ اشاعت                    |
|-------|--------------------------------|
| ۲۰۰   | جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ ستمبر ۲۰۰۱ء |

e.mail: arfeen@cyber.net.pk



## مناجات

اے اللہ کریم ! ہم گناہ گار و خطا کار ہیں۔ ہمیشہ تیری رحمت کے امیدوار ہیں اور مشکل سے مشکل گھڑی میں تجھے ہم نے پکارا، تو نے ہماری پکار اپنی رحیمی و کریمی کے صدقے میں اور وسیلہ جلیلہ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبول فرما کر ہمیں ہمیشہ اپنی رحمت سے نوازا اور اس مشکل سے نجات دی۔ تو کریم المعروف ہے، قدیم الاحسان ہے، حنان و منان و دیان ہے، ذوالجلال والاکرام ہے اور علیٰ کلّ شیءٍ قَدِيرٌ اور کُنْ فَيَكُونُ کی طاقت رکھتا ہے۔

تیری اس عاجز بندی نے ڈرتے ڈرتے بدعت اور شرک کی اصلیت کے عنوان سے اس موضوع پر اپنے مُرشد شاہ شاہان خواجہ خواجگان قطب العالم فقیر بے بدل فقیر بے مثال فقیر محمدی فقیر فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت خواجہ شاہ محمد افضل قادری چشتی (صابری نظامی) قلندری المعروف "افضل سرکار" رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور اب یہ تیری بارگاہ عالیہ میں نذر ہے۔ اسے شرف قبولیت عطا فرما۔ امیدوار ہوں تو مایوس نہیں فرمائے گا۔ کاش یہ تیری اور تیرے حبیب پاک ﷺ کی خوشنودی کا باعث بنے۔ آمین ! جو جو میری خامیاں ہیں، اُن کو درگزر فرما۔

میرے پاس کوئی عذر نہیں، صرف معافی کی طلبگار ہوں۔

اس کے پڑھنے والے کی حاجتیں اور مرادیں پوری فرما۔ اُن کو دین کی بھلائی عطا فرما۔ اُن کو اپنی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور پختن پاک کی محبت عطا فرما۔ یا اللہ! جو شخص بھی حاجتمند ہے وہ اس کو پڑھنے تک ہی اپنے آپ کو محدود نہ کر لے بلکہ اس میں ایسا ذوق و شوق عطا فرما کہ وہ دین کے کسی عالم حق کے سامنے زانوئے ادب تہہ کر کے کلام پاک کے معانی اور تفسیر غور سے پڑھے۔ اس کے بعد اس کو توفیق عطا فرما کہ وہ تیری اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرے تیری ہی ہوتی توفیق سے۔ محض اس نیت سے کہ تو اور تیرے حبیب پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس سے راضی ہو جائیں۔

دُعا گو اور دُعا جو  
رابعہ ثانی



# اظہارِ شکر

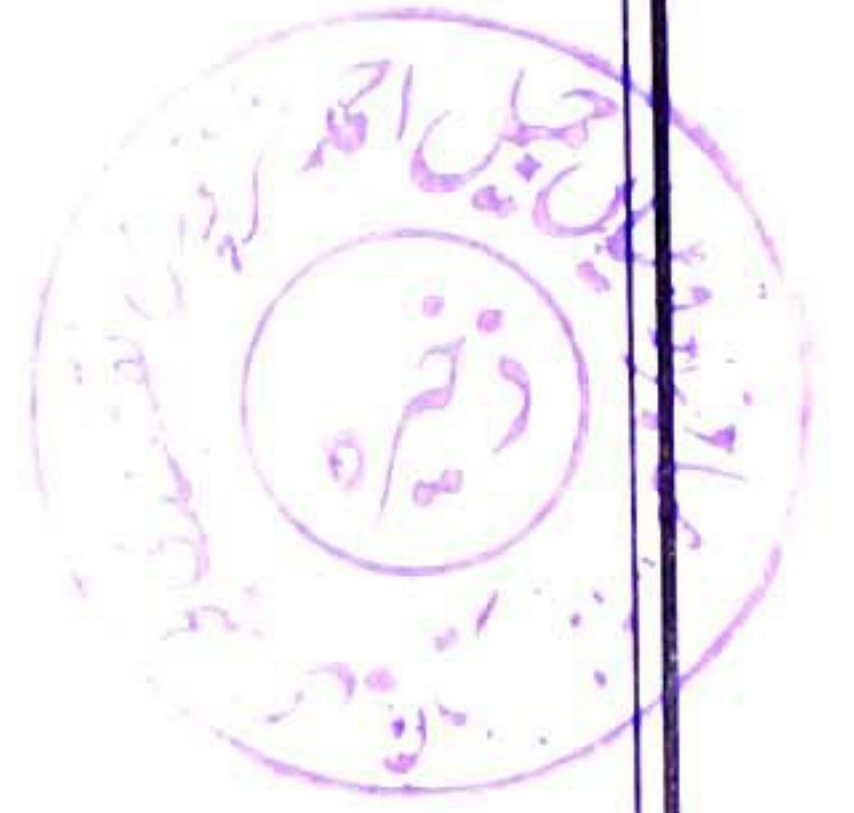
میں اپنی اُن دینی بہنوں اور بھائیوں کی ممنون ہوں، جنہوں نے دامے، درمے، سُخنے اس کام میں میری مدد کی۔ اے اللہ! اُن سب پر اپنے فضل و کرم کی بارش فرما اور انہیں ہر بلائے ناگہانی، آفت، مصیبت، پریشانی، بدنامی، بے عزتی، مفلسی، محتاجی، بیماری، قرض داری، رُجعتِ دین، ذکر و فکر اور نماز سے غفلت، سے محفوظ فرما اور انہیں اس معاونت کا اجرِ عظیم عطا فرما! آمین

دُعاگو اور دُعا جو

راجہ ثانی



# گزارش



اس تالیف میں اگر کہیں زیر، زبر یا کتابت کی کوئی غلطی نظر آئے تو اسے ازراہ کرم اپنے قلم سے خود درست کر لیجئے گا۔ آپ کی بڑی نوازش ہوگی۔

دُعاگو اور دُعاجو  
راجہ ثانی



عاشق رسول 'شاہِ شاہان' خواجہ خواجگان 'قطب العالم'  
 فقیر بے بدل 'فقیر بے مثال' فقیر محمدی 'فقیر فانی فی اللہ باقی باللہ'

حضرت خواجہ شاہ محمد افضل

قادری چشتی (صابری نظامی) قلندری

المعروف افضل <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> سرکار





# بدعت اور شرک کی اصلیت

ارشادات

حضرت خواجہ شاہ محمد افضل

قادری چشتی (صابری نظامی قلندری

المعروف ”افضل شریک“



نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِكَ الْكَرِيْمِ      نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلَى حَبِيْبِكَ الْكَرِيْمِ  
اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ      بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اما بعد

عسزیران من!

اگرچہ کچھ وقت لگ جائے گا، آپ کا وقت قیمتی ہے، مجھے اس کا احساس ہے۔ آپ ماشاء اللہ جواں سال ہیں اور میں بڑھاپے کی کٹھن منزل۔ بس اس کے فضل و کرم سے گزار رہا ہوں۔ مگر آج جو باتیں کر رہا ہوں۔ یعنی جو باتیں ابھی باقی رہ گئی ہیں اور جو مجھے کرنی ہیں اگر نہیں کروں، تو کل قیامت والے دن میری گردن میں لعنت کا طوق ہوگا، اور اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گا۔ بوڑھا ہوں۔ جسم بھاڑے کا ٹٹو ہے۔ اس نے کسی کا بھی ساتھ

نہیں دیا۔ خاک کا بنا ہوا ہے، اس لئے جسدِ خاکی کہلاتا ہے۔ یہ عالمِ بالا کی چیز نہیں ہے۔ یہ عالمِ ارح کی چیز نہیں ہے۔ یہ عالمِ اشیاء کی چیز ہے۔ جسے آپ عالمِ ناسوت بھی کہتے ہیں۔ یعنی یہ عالم جس میں آپ رہ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمین کی مٹی لے کر انسان کو بنایا، اور اس کا وعدہ ہے کہ یہ مٹی واپس کر دی جائے گی۔ تو قبر میں جا کر یہ مٹی تو ہر ایک کو واپس کرنا ہی ہے، آپ کو، ہم کو، سب کو۔ سرورِ انبیاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ: انبیاء کرامؑ کے اجساد مبارک کو مٹی پر حرام کر دیا گیا ہے۔ اصل چیز تو انسانی جسم نہیں بلکہ انسانی روح ہے۔ اسی کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کا شاہکار کہلایا اور خلیفۃ الارض کا اعزاز پایا۔ حدیث قدسی ہے: **الْإِنْسَانُ سِرِّي وَأَنَا سِرُّهُ**۔ یعنی انسان

میرا بھید ہے اور میں اس کا بھید ہوں“

یاد رکھیں، ایک حدیث ہوتی ہے، اور ایک حدیث قدسی ہوتی ہے۔ حدیث وہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا، اور حدیث قدسی وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے جو فرمایا، وہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے دہرایا۔

روح کے متعلق کلام پاک میں ارشاد ہے: **يَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ**  
**كُلُّ الرُّوحِ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلٌ**  
 یعنی آپ سے پوچھتے ہیں کہ روح کیا ہے، آپ کہیں کہ روح اللہ کا امر

ہے اور تمہیں اس کا علم منظور دیا گیا ہے۔

آپ آدم علیہ السلام کی تخلیق کو بھی اگر دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جب میں اپنی طرف سے اس پتلے میں معزز روح پھونکوں، تو سب سجدے میں، یعنی تعظیماً گرجانا، اور ایسا ہی ہوا۔ جب روح پھونکی گئی، تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ اس نے تکبر کیا اور کافروں میں ہو گیا، حالانکہ وہ معلم الملکوت تھا۔ فرشتوں کو درس دیتا تھا۔ اتنا بڑا عالم تھا۔ اس کا علم حجاب ہو گیا اور وہ راندہ درگاہ ہوا۔ اس نے کہا: میں آگ سے بنا ہوں اور یہ بدبودار گھاسے سے بنا ہوا ہے۔

تو عزیزانِ من! میں یہ کہہ رہا تھا کہ یہ فقیر بوڑھا ہو گیا ہے، جسمانی اور دماغی طور پر۔ یادداشت کافی کمزور ہو گئی ہے، مگر بفضلِ تعالیٰ روح، جسم، ہمت، جوان ہیں۔ یا یوں سمجھ لو کہ درخت خشک ہو گیا ہے اور پتے زرد ہو کر گر رہے ہیں۔ یہ سب کچھ ہے، مگر درخت کی جڑ بفضلِ تعالیٰ آج بھی گیلی ہے، اور پہلے کی طرح قائم اور مضبوط ہے، اور اس کا ثبوت آپ کے سامنے میرا یہ خطاب ہے۔

اب جو موضوع ہے، اس کی طرف آتا ہوں۔ یاد رکھو، خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو عالمِ حق مل گیا۔ اور بد نصیب ہے وہ شخص جو عالمِ سوء یعنی گمراہ کے ہنٹھے چڑھو گیا۔ اسی طرح مبارک ہے وہ شخص جس کو پیرِ طریقت کامل مل گیا اور اس کی نظر فیضِ اثر سے نصیب ہوئی اور بد نصیب

ہے وہ شخص جس کو دنیا دار پیرِ ظاہری طور پر درویشوں کا لبادہ اُڑھے  
 مل گیا۔ عالمِ سوء سے دین برباد ہوتا ہے۔ اور دنیا دار پیر سے دل کی دنیا  
 برباد ہوتی ہے۔ عالمِ حق کی یہ شان ہے کہ جس نے اس کے پیچھے نماز پڑھی،  
 اس نے جیسے کسی سرسل کے پیچھے نماز پڑھی۔ ان کے اور بھی فضائل حدیث  
 شریف میں ہیں۔ اور ایسے ہی عالم کی موت کو ”موت العالم، موت العالم“،  
 یعنی عالم کی موت، ایک عالم کی موت ہے، ایک جہان کی موت کہا گیا ہے۔  
 اور عالمِ سوء کے بارے میں جو کہا گیا ہے، وہ بھی سنیں۔ حدیث شریف  
 میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے برائی کے بابت  
 سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ برائی کی بات مجھ سے کچھ مت  
 پوچھو، بلکہ بھلائی کے متعلق پوچھو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ان  
 جملوں کو دُہرایا۔ اور پھر فرمایا: (ذرا غور سے سُننا حضور کیا فرماتے ہیں) ،  
 کہ خبردار ہو (الفاظ دیکھیں) کہ خبردار ہو کہ شریروں میں بدترین بُرے عالم  
 ہیں۔ بدترین کون ہیں؟ بُرے عالم، شریروں میں سے، اور بھلے لوگوں میں  
 سب سے بہتر۔ کن لوگوں میں؟ بھلے لوگوں میں، سب سے بہتر بھلے علماء ہیں۔  
 آپ نے اتنے وعظ سُننے ہوں گے، مگر یہ حدیث کم سُننی ہوگی۔ میرا  
 ایمان ہے، یقین ہے کہ اب بھی گستاخ اور گمراہ شخص کے خلاف علماء حق  
 نہ صرف آواز اٹھائیں گے بلکہ اس کو ضرور کیس فرما کر دار تک پہنچا کر دم لیں گے۔  
 اگرچہ یہ علماء حق گنے چنے چند ہی کیوں نہ ہوں۔ اور جنہوں نے ان علماء حق

سے درس لیا اور اپنے سینوں میں صحیح علم دین حاصل کرنے کے بعد ایمان کو پاک اور صاف رکھا، وہ بھی گستاخ شخص کا جینا دو ممبر کر دیں گے۔

ایمان کیا ہے؟ اس کی تشریح میں ایک ضخیم کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ مگر قربان، صدقربان، ہزار قربان، اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے سے بڑے مضمون کو دو تین کلمات میں اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ کوزہ میں دریا بہت ہو جاتا ہے۔ نہایت سلیس، سادہ زبان اور دل نشین انداز میں۔

ایمان کیا ہے؟ ایمان محبت ہے۔ حدیث شریف کے مطابق اس شخص کا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جان، مال، اولاد، غرضیکہ ہر چیز سے زیادہ عزیز نہ جانے، زیادہ محبت نہ کرے۔ اور اللہ تعالیٰ بھی قرآن کریم میں فرماتا ہے: اے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیں کہ اگر یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو پیار کرے، تو یہ آپ کی اتباع کریں۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی عظیم نعمت کسی کو عطا ہوتی ہے، تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے وقت آپ کی تعظیم کرتا ہے اور آپ کا اسم مبارک سنتے ہی اس کے دل میں خشوع و خضوع اور عاجزی و انکساری پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارتِ اقدس کا بہت زیادہ شوق ہو جاتا ہے۔ یہ کیوں؟ یہ اس لئے کہ محبت کے بھی

کچھ قوانین، طریقے اور سلیقے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہر محبت کرنیوالا اپنے محبوب کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے۔ اس ملاقات کے لئے وہ سڑپتا ہے اور وہ اپنے محبوب کے ذکر سے روحانی لذت اور کیف و سرور پاتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ ذکرِ حبیب، وصلِ حبیب ہے۔ ایسے خوش نصیب شخص کے باطن میں ایک نور کا طوفان ہر وقت موجزن رہتا ہے۔ اس کی روح ہر وقت مست و الست رہتی ہے۔ لب ذکرِ حبیب کی وجہ سے بند رہتے ہیں۔ ظاہری عام دنیا داری کو دنیا دیکھ رہی ہوتی ہے، مگر دل کی آنکھ مشاہدہ دوست میں ہوتی ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے کا صدقہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں عطا ہی عطا ہے۔ اس میں آنا نہیں، کوئی نخطا نہیں۔

اچھی طرح یاد رکھو، ہر مسلمان پر دین کا علم حاصل کرنا فرض ہے، عزیزانِ من! آپ سن رہے ہیں نا۔ اس جملے کو غور سے سُنو۔ دین کا علم حاصل کرنا فرض ہے اگر اس کے پاس مالی وسائل اور دوسرے ضروری وسائل ہوں۔ اور یہ اس کا فرض ہے کہ وہ تحقیق کرے، تجسس کرے، معلوم کرے، پوری کوشش کرے کہ وہ جس مذہب یا عقیدے پر قائم ہے، وہ درست بھی ہے یا نہیں۔ ہندوستان اور پاکستان کی شرحِ خواندگی، بدقسمتی سے نہ ہونے کے برابر ہے۔ جاہلیتِ قہرِ الہی ہے۔ اس لئے ان دونوں جگہوں میں، ان جاہلوں کے اوپر جو لوگ سوار

ہیں، یعنی علمائے سوء اور دنیا دار سپر جنہوں نے ان کو یہ عمالی بنا رکھا ہے وہ انہیں نکلنے ہی نہیں دیتے، تو انہوں نے کیا تحقیق کرنی ہے جو خود جاہل ہوں۔

ع خفت را خفتہ کئے کند بیدار

یعنی جو خود سویا ہوا ہو، وہ دوسرے کو کیا جگائے گا۔

عزیزانِ من! جو خود اندھیرے میں ہے، وہ دوسروں کو کیا روشنی دکھا سکتا ہے۔ یاد رکھو، جاہلیتِ قہرِ الہی ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ایک دفعہ بھاگے جا رہے تھے۔ راستے میں ایک شخص نے آپ کو روکنا چاہا۔ فرمایا: ”مجھے مت روکو۔ میں ایک جاہل شخص سے بچنا چاہتا ہوں اور بھاگ رہا ہوں۔“

آپ دوڑتے رہے اور وہ شخص بھی ساتھ ساتھ دوڑنے لگا۔ آخر اس نے عرض کیا: ”اے پیغمبرِ خدا! اب مجھ میں مزید دوڑنے کی طاقت نہیں ہے۔“ یہ سن کر آپ علیہ السلام رک گئے۔ اس شخص نے کہا: ”کیا آپ وہ نہیں جو مٹی کے پرندے بنا کر ان میں جب پھونکتے ہیں تو ان میں جان آجاتی ہے اور وہ اُڑ جاتے ہیں؟“ آپ نے فرمایا: ”ہاں، میں وہی ہوں۔“ پھر اس نے کہا: ”کیا آپ وہ نہیں جو مردوں کو زندہ کر دیتے ہیں؟“ آپ نے فرمایا: ”ہاں، میں وہی ہوں۔“

اس نے کہا: ”کیا آپ وہ نہیں جو کورہیبوں اور بیماروں پر دم

کرتے ہیں تو انہیں شفاء کا ملہ عطا ہوتی ہے؟“ آپ نے فرمایا: ”ہاں،  
میں وہی ہوں۔“

تو پھر اس نے کہا کہ آپ اس جاہل آدمی سے کیوں بھاگ رہے  
ہیں؟“ غور سے سنیں کہ آپ نے کیا فرمایا۔ آپ نے فرمایا: ”جاہلیت  
مرض یا بیماری نہیں۔ یہ اللہ کا قہر ہے۔ خدا کی قسم، جو اسمِ اعظم میں پڑھتا  
ہوں اس سے مُردے زندہ ہو جاتے ہیں، مٹی کے پرندوں میں جان آجاتی  
ہے، کوڑیوں اور بیماروں کو شفاء کا ملہ عطا ہوتی ہے۔ وہ ہی اسمِ اعظم  
میں نے جاہل پر کتنی مرتبہ پڑھ کے پھونکا، مگر اس پر کچھ اثر نہ ہوا۔“  
اس جاہل پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ یہ پیغمبرِ خدا کہتے ہیں۔ رُوح اللہ  
کہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں کہ یہ اسمِ اعظم جس کے متعلق  
آپ سب جانتے ہیں) میں نے سب پہ پڑھا، حق ہوا۔ مگر یہاں آ کے اس  
کا اثر شق ہوا۔

تو عزیزانِ من! جو جاہل ہوا وہ بد نصیب ہے۔ علم حاصل کرنے کے  
لئے کوئی حد نہیں۔ جب ”نئی روشنی“ کا پروگرام شروع ہوا تاکہ ناخواند  
لوگ علم کی دولت حاصل کریں، تو میں نے دیکھا کہ بوڑھے اشخاص بھی ”اسکول“  
میں داخل ہوئے اور انہوں نے علم حاصل کیا۔ اسی طرح، انسان اگر چاہے  
بڑھاپے میں بھی، مرنے سے پہلے، قرآن، حدیث اور فقہ کا علم حاصل کر سکتا  
ہے۔ عمر کی کوئی قید نہیں بشرطیکہ ہوش و حواس قائم ہوں، وہ مجنوں



نہ ہو، دیوانہ نہ ہو، یا فاطر العقل نہ ہو۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ وہ اپنے دل سے محنت کرے اور اس کے حصول کے لئے جدوجہد کرے۔

اس ضمن میں، یعنی علم حاصل کرنے کے لئے، عزیزانِ من! اس حدیث شریف کو بھی ذہن میں رکھ لو۔ اس کو اچھی طرح سنو، جانو اور سمجھو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ علم، یعنی کتاب اور سنت کا علم، یہ دین ہے، پس جب تم اس کو حاصل کرو، تو یہ دیکھ لو کہ تم دین کس سے حاصل کر رہے ہو۔“

پھر میرے آقا، میرے مولا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”علم کی آفت بھول جانا ہے، اور علم کی بربادی نااہل کو علم پڑھانا ہے۔“ یاد رکھو، نااہل جاہل سے بھی بدتر ہے۔ اور عالم بھی اگر علم پر عمل نہ کرے، تو وہ جاہلوں میں شمار ہوتا ہے۔

عزیزانِ من! یہ وہ وقت ہے کہ انسان کم از کم دین کے پانچ بنیادی ارکان کے متعلق تو اچھی طرح جان لے، اور ان پر مضبوطی سے قائم ہو جائے۔ پھر دوسری بات بھی دیکھی جائے گی۔ اس کے بعد بہت سی باتیں ہیں دین میں۔ لیکن جو بنیادی چیزیں ہیں انہیں تو پہلے ہی حاصل کرنا ہوں گی۔ ان کے بارے میں کسی عالم حق یا پیر کامل سے علم حاصل کرے۔ تو پھر گستاخ اور گمراہ آدمی جو چہرے پہ چہرہ چڑھائے ہوئے ہوتا ہے، اور اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتا ہے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد شریف

کے متعلق کفریات بکنا رہتا ہے، جب آپ کو پانچ ارکان کا علم ہوگا، آپ ان کے حامل ہوں گے، آپ ان پر عمل کریں گے، تو انشاء اللہ آپ کے اندر ایمان کا نور موجزن ہوگا اور آپ گستاخ لوگوں کو اسی وقت کیفر کردار تک پہنچادیں گے۔ کیونکہ آپ کو محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرنے پر مجبور کر دے گی۔

یہ لوگ خود تو رسالوں میں تصویریں چھاپیں، عالی نشان دفتر رکھیں، گھر میں ماڈرن سامان رکھیں، کار رکھیں، امریکا کی سیر کریں، پھیر جن جن کی مہمان نوازی کا وہاں مزا چکھا، اپنے رسالے میں ان کی تعریف و مدح کریں تاکہ جلدی وہ دوبارہ بلائیں اور مہمان نوازی کریں، اور ان کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائیں۔ بڑے بڑے ہوٹلوں میں ریسپشنز ہوتی ہیں، تو وہاں طرح طرح کے کھانے ہوتے ہیں۔ خوب مزے اڑائے جاتے ہیں۔ سلور جوہلی کے بھی فنکشنز ہوتے ہیں، گولڈن جوہلی کے بھی، عقیقے کے بھی فنکشنز ہوتے ہیں اور تختوں کے بھی۔ بسم اللہ کے بھی فنکشنز ہوتے ہیں اور شادیوں کے بھی۔ ویسے بھی ہوتے ہیں۔ سب خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ لوگ مر گئے، قبروں میں مٹی ہو گئے، مگر ان کی سالگرہ منائی جاتی ہے۔ ان کی قبروں پہ کئی کئی پونڈ کے کیک کاٹے جاتے ہیں اور مہنگے بھی ڈالے جاتے ہیں۔ کوئی عالم نہیں بولتا۔ کوئی فتویٰ نہیں لگاتا۔ کیوں؟ اس لئے کہ عداوت ہے تو صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اپنے گرو کی تعریف

کرتے کرتے زبان خشک ہو جاتی ہے، قلم کی سیاہی بھی خشک ہو جاتی ہے۔ جب مذہب سے آگاہی نہیں، تو انسان کلمہ گو ہی رہ جاتا ہے یعنی صرف بولے: "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ" (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے پڑھنے کے بعد وہ کہتا ہے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ اور جو نسل در نسل مسلمان چلا آ رہا ہے، وہ اس سے بھی فارغ ہے۔ آپ یقین کریں کہ بعض کو کلمہ طیبہ بھی نہیں آتا، نماز تو آگے کی بات ہے، روزہ تو آگے کی بات ہے، حج آگے کی بات ہے، زکوٰۃ آگے کی بات ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب مانے گا، جب جانے گا۔ یعنی جب دل سے مانے گا (زبانی کلامی نہیں) اور صدق دل سے پہچان کر محبت کرے گا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت جاننے کے لئے قرآن و حدیث کا علم کسی عالم حق سے حاصل کرنے کے لئے خود بخود بے تاب ہوگا۔

ہر محبت اپنے محبوب کے متعلق کچھ باتیں سننا چاہتا ہے، اور وہ باتیں قرآن شریف سے بڑھ کر کہاں ملیں گی۔ سارے قرآن شریف میں میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ہی نعت بیان کی گئی ہے۔ کہیں کہا گیا ہے کہ "ہم نے عالمین کے لئے، جہانوں کے لئے آپ کو رحمت بنا کر بھیجا" یعنی کسی ایک قوم کے لئے نہیں، کسی ایک خاص ملک کیلئے نہیں۔ پہلے نبی آئے تو کسی ملک کے لئے آئے، کسی قوم کے لئے آئے، کوئی ایک خاص پیغام کے لئے آئے۔ کسی پر صحیفہ اُترا۔

صرف وہ چار برگزیدہ نبی اور رسول ہیں جن پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے آسمانی کتابیں نازل فرمائیں۔ زبور، تورات، انجیل اور کلام پاک۔

آج ساری دنیا میں انسان ذلیل ہے، پریشان ہے۔ سکونِ قلب کا اس میں نام و نشان نہیں ہے، دولت ہے، کوٹھیاں ہیں، کاریں ہیں، اور چند گھنٹوں میں ہزاروں میل کا سفر طے کر کے، ناشتہ اگر گھر میں کھایا، تو پنچ وہاں کھایا، اور پھر وہاں سے پرواز کی تورات کا کھانا کہیں اور کھایا۔ دنیا تنگ ہو گئی۔ تمام فتوحات ہیں۔ چاند تک لے گئے انسان اپنے آپ کو۔ مگر صد افسوس کہ اس جگہ کا اس نے خیال نہ کیا جس کو دل کہا جاتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے ”بیت اللہ“ کہا، یعنی میرا گھر۔ انسان وہاں تک نہیں پہنچ سکا حالانکہ وہ اس کے جسم کے اندر ہے۔ وہ چھوٹی سی جگہ ہے، لیکن ایک عالم اس کے اندر بند ہے۔ جب اس پر سے حجاب اٹھتے ہیں، غفلت کے پردے اٹھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے جلوے نظر آتے ہیں۔

انسان جب مشاہدہ حق میں مستغرق ہوتا ہے، تو ذات کو پاتا ہے، اور اپنی ذات کو کھوتا ہے۔ یاد رکھو، انسان کو رب اس وقت نظر آتا ہے جب اس کو اپنا آپ نظر آنا بند ہو جاتا ہے۔ یہ بات درویشوں سے جا کر لو چھپو۔ اس وقت حق ہی حق نظر آتا ہے۔ اگر وہ فضا میں دیکھے تو حق کی آواز آتی ہے۔ ہوا میں دیکھے تو حق کے نعرے لگاتی ہوئی

سنائی دے۔ غرضیکہ پتا پتا اس کی تسبیح بیان کرتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کلام پاک میں فرماتا ہے۔ انسان گوشت پوست ہے۔ یہ کھلے ہوئے کانوں سے سنتا ہے، کھلی آنکھ سے بھی دیکھتا ہے اور کھلے دل سے بھی دیکھتا ہے۔ وہ نظارہ ہی نظارہ میں ہے، مشاہدہ ہی مشاہدہ میں ہے، کبھی استغراق کی حالت میں ہے، کبھی جذب ہے، کبھی مستی ہے، کبھی الستی ہے، کبھی خودی ہے، کبھی بے خودی ہے، وہ اپنی عظمت کو کب پہچانتا ہے؟ جب خود خاک ہو جاتا ہے، اور جب وہ اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہے، تو وہ کچھ نہیں بن سکتا۔

ہر کہ خدمت کرد محروم شد

ہر کہ خود را دید، محروم شد

یعنی جس نے خدمت کی وہ محروم ہوا، اور جس نے اپنے آپ کو دیکھا، وہ محروم رہا۔

یاد رکھو، اہل اللہ جو ہیں، یعنی باخدا جو ہیں، انہی سے خدا بھی ملے گا، انہی سے مصطفیٰ بھی ملے گا، یہی باخدا ہیں، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبَسُوا الْحُلُمَ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

(آگاہ رہو۔ میرے ولیوں کو نہ ڈر ہے نہ خوف)

اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

”میرے فقیر جو ہیں، یہ میرے عبا کے اندر ہیں، ان کو کوئی پہچان نہیں سکتا۔“

یاد رکھو، میرے پاس علماء اکثر آتے رہتے ہیں جہاں کہیں بھی جاتا ہوں۔ بہت سوں نے بیعت کی بھی کوشش کی، مگر میں نے انہیں کہہ دیا کہ آپ کا علم حجاب ہے، آپ اس راہ پر نہیں چل سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو ایک غرض کے لئے پیدا کیا ہے

ہر کسے را بہرے کارے حساب کن

معنی او اندر دیش حقداد کن

یعنی ہر شخص کو اللہ تعالیٰ نے ایک کام کے لئے پیدا کیا اور اس کے دل میں اس کام کی لگن ڈال دی۔

آپ تبلیغ کریں۔ ہم فقیروں کی راہ جلا۔ آپ اہل فتویٰ ہیں، فقراء اہل تقویٰ ہیں۔ آپ نے اپنے فتویٰ کے زور سے اپنے اقتدار اور اپنی حیثیت کے زور سے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا، فتوے لگائے۔ فقراء سولی پہ چڑھ گئے۔ ان کی کھالیں کھینچو ادیں، لیکن انہوں نے شریعت کی بے ادبی نہیں کی، اور نہ آپ سے کچھ کہا۔ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ آپ اپنی عادت سے مجبور ہیں، فقیر اپنی فطرت سے مجبور ہے۔ فقیر خدا کو دیکھتے ہیں۔ آپ کتابوں میں علم ڈھونڈتے ہیں، جو علم لفظوں کی سیاہی میں ہے۔ اہل اللہ اپنے وجود کو دیکھتے ہیں، دل

کو دیکھتے ہیں، باطن کو دیکھتے ہیں۔ وہ باطن اور دل کی سیاہی دور کر کے  
 متجلی کر دیتے ہیں، تاکہ وہ اس قابل ہو جائے کہ جو نورِ معرفت، جس کے  
 لئے یہ فرمایا گیا کہ آسمان اور زمین بھی اسے نہ اٹھا سکے، اس نورِ معرفت  
 کو حاصل کرنے کے لئے وہ تیار ہو جائے۔ انہی کے ڈنکے بکتے تھے،  
 بکتے ہیں، اور حشر تک بکتے رہیں گے۔ ان کے مزاروں پر دیئے جلتے  
 تھے، جلتے ہیں اور انشاء اللہ جلتے رہیں گے۔

گیتی گر سراسر بادِ گیسرد

چراغِ عاشقاں، ہر گھر نہ میرد

یعنی سارا جہاں ایک طوفان بن کر کیوں نہ آجائے، سب چراغ بجھ  
 جائیں گے، لیکن عاشقوں کا چراغ کبھی نہ بجھے گا۔

آج بھی، جب آپ مزاروں پہ جاتے ہیں، تو بد قسمت لوگوں  
 کے دل میں خیال آتا ہے کہ فاتحہ پڑھنا کیا، یہ مٹی کا ڈھیر ہے۔ ہم  
 شاید ان پہ احسان کرنے آئے ہیں۔ لیکن صاحبِ مزار بھی کچھ کہتا ہے۔  
 صد افسوس کہ تمہارے سُننے میں کچھ قوت نہیں، تم میں استطاعت نہیں  
 کہ سُن سکو کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ

مرا زندہ پندارِ چو خویشتم

مَنْ آیم بجان، تو آ می بہ تن

اے شخص، مجھے اپنی طرح زندہ جان، تو تو یہ جسم کثیف لے کے

میرے پاس آیا، جسم غلیظ لے کے آیا، میں اپنی رُوح سے آتا ہوں نوری  
پر واز کرتے ہوئے، نوری تجلیاں برساتے ہوئے، تو میری حقیقت کو کیا  
جانے گا، تو تو ابھی اپنے آپ کو نہیں سمجھ سکا۔

تو عزیزانِ من! میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا۔ ربِّ کریم  
کو اپنی محبوبیت کی لاج اس قدر پیاری تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ  
نہیں تھا تا کہ آپ کی بے ادبی نہ ہو سکے۔ آپ کے جسم اطہر پر کبھی مسکھی  
تک نہ بیٹھ سکی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ سر اپا نور تھے، بشری لبادہ  
اڑھے ہوئے تھے۔

تو میں کہہ رہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت جاننے کے  
لئے قرآن و حدیث کی تعلیم کسی عالمِ حق سے حاصل کرے۔ ساری دنیا  
میں انسان پریشان ہے۔ آخر کیوں؟ اس لئے کہ اس نے خدا سے بغاوت  
کی ہوئی ہے۔ اپنے منعم سے بغاوت کی ہوئی ہے جو اس کو نعمتیں عطا  
کرتا ہے۔ جو ان کی دشمنی، کھلم کھلا بغاوت پر صبر کر کے، پھر بھی رزق  
دیتا ہے، رزق چھینتا نہیں۔ عذابِ جلدی سے نہیں کرتا۔ مہلت دیتا  
ہے کہ شاید میرا بندہ توبہ کر کے میری طرف رجوع کر جائے، اور توبہ  
کرے تو میں اسکو گناہوں سے پاک کر دوں۔ یہاں میں اس کی تفصیل  
میں جانا نہیں چاہتا، وقت نہیں ہے۔ اس لئے بس کچھ چیزیں بیان  
کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔



پہلے ایمان کے پانچ ارکان، پھر قرآن کریم کا چارٹر۔ یعنی وہ کون کون لوگ ہیں جن کو اس سرچشمہ ہدایت، یعنی کلام پاک سے ہدایت ملے گی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعارف۔ مختلف احادیث شریف اور فرامین الہی کے ذریعہ، جو آپ کے باسے میں قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائے ہیں۔ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات۔ پھر یہ کہ بشریت اور مصطفائیت میں کیا فرق ہے۔ یاد رکھو، ستائیس درجے ہیں۔ اس کے بعد الوہیت ہے۔ خدائی اس کے بعد آتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ ہی لے لو اور اپنا کلمہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ یہ ہے کہ ”اشھد انی رسول اللہ“ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ ہم آپ یہ کہیں تو فوراً کافر ہو جائیں۔ آج یہ وہابی اور دوسرے مذاہب والے بد عقیدہ لوگ قرآن شریف کس لئے پڑھتے ہیں؟ یہ قرآن شریف اس لئے پڑھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا اسلام کی توہین کا کوئی نکتہ ملے، کوئی پہلو ملے۔

یاد رکھو، تمام علماء حق کا اس پہ اتفاق ہے (یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا) یہ مسئلہ ہے۔ یہ اتفاق ہے کہ ایسا کرنا صریحاً کفر ہے۔ کوئی شک و شبہ نہیں اس پر۔ اور ایسا ہر شخص بُری نیت کرتے ہی خارج از اسلام ہو جاتا ہے۔ وہ اسلام کا پیرو نہیں بلکہ دشمن ہے۔ وہ آپ کے اور ہمارے سامنے کلمہ بھی پڑھے، نماز بھی پڑھے، تو صرف

دھوکہ دینے کے لئے، اور تمام مسلمانوں سے مل کر ان کو ان کے دین سے گمراہ کرنے کے لئے۔ ایسے لوگوں سے خبردار رہو۔

یاد رکھو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ یہودی لوگ، یہ ایران کے لوگ، جن کے علاقے عربوں نے فتح کئے تھے، اور جن کو اپنی بہادری پہ ناز تھا، اپنی حکومتوں پہ فخر تھا، اپنے جاہ و جلال پہ تکبر تھا اور غرور اور گھمنڈ کرتے تھے، وہ سب کچھ خاک میں ملا دیا گیا اور وہ عربوں کے مفتوح ہو گئے۔ ان کے اندر انتقام لینے کی ایک آگ بھڑکتی تھی، یہ یہودی بھی اسی آتش انتقام میں جل رہے تھے۔ اور عیساؑ بھی۔ پھر جو منافق تھے، جو مشرک تھے اور جو دوسرے کافر اور بت پرست تھے قریش میں یہ سب مجبور تھے۔ منہ سے کچھ بول نہیں سکتے تھے۔ تو ان ایرانیوں اور یہودیوں میں گٹھ جوڑ ہوا۔

انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے بھی اور وفات کے بعد بھی سوچا کہ مسلمانوں کے اندر رِفْٹ یعنی نفاق پیدا کیا جائے۔ ان کو اندر سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے۔ اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ جو ان میں اکابرین ہیں، ان کے اندر اختلاف پیدا کیا جائے۔ دیکھو، یہودی آج بھی اس پر عمل کر رہا ہے۔ یہودی کا ایک پروٹوکول ہے۔ ایک منشور ہے جو بہت کم لوگوں کو معلوم ہے۔ یہ انتہائی خفیہ دستاویز ہے۔ وہ اس کو پروٹوکول کہتے ہیں۔ اور یہ کوئی سو سال پہلے

مرتب ہوا تھا۔

اس کے اگر آپ مندرجات پڑھیں تو آپ کے ہوش اُڑ جائیں، آپ کے رونگھٹے کھڑے ہو جائیں۔ وہ اس پہ مسلسل عمل کر رہے ہیں، جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انہوں نے اُمت کے دو ٹکڑے کئے۔ ایک شیعانِ علی کہلانے لگے اور ایک شیعانِ معاویہ۔ ایک تیسرا گروہ اپنے آپ کو خارجی کہلانے لگا۔

اس زمانے میں دو یہودی تھے۔ ایک کا نام عبداللہ بن سبامتھا، ایک کا نام عبداللہ بن اُبی۔ یہ دونوں انتہائی منافق تھے۔ اس طرح شیعہ مذہب وجود میں آیا۔ ورنہ آپ شیعہ مذہب کی کتابیں دیکھیں۔ کیا آپ سوچ سکتے ہیں کہ جھوٹ کی بنیاد پر کوئی مذہب بن سکتا ہے۔ یہ میں اپنے پاس سے نہیں کہتا۔ یہ اُن کے اپنے علماء کا کہنا ہے کہ ان کا مذہب تقیہ ہے، یعنی توے فیصد تقیہ ہے اور تقیہ عین ایمان ہے۔ جس میں تقیہ نہیں، اس میں ایمان نہیں۔

تو یاد رکھو، اگر آپ کو کسی شیعہ سے معاملہ کرنا ہے، کوئی وعدہ لینا ہے یا کوئی بات کرنی ہے، تو آپ کو کیا معلوم کہ وہ شخص تقیہ میں ہے کہ نہیں۔ یہ ایک بنیادی چیز ہے، آپ سمجھ لیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ یہ نہیں دیکھا کہ حضرت علی کریم اللہ وجہ نے اپنی ماجزادی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دے دی،

اگر یہ کہتے ہو کہ جسبراً جھینسی گئی، تو پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ  
شیر خدا کیوں کہلائے۔

حضرت ابو علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑی ہستی ہو گئے  
ہیں۔ آپ جسمانی بیماری کی وجہ سے پانی میں کھڑے ہو جاتے تھے،  
تاکہ جسم پاک ہے اور آپ ذکر الہی اور فکر الہی میں مستغرق رہیں۔  
طریقیت کے اندر، راہ معرفت کے اندر ایک منزل آتی ہے جسے ناز و  
نیاز کی منزل کہتے ہیں۔ یہ کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔ پہلے رب کریم  
ناز کرتے ہیں اور وہ فقیر نیاز مند ہوتا ہے۔ وہ ہر تیر کھاتا ہے، اور  
اس کے دل پہ جتنے زخم ہوتے ہیں وہ صبر و شکر کے ساتھ غذا سمجھ کر  
ان زخموں کو چاٹتا ہے۔ اور یہ ان کی روح کی غذا بن جاتی ہے۔ جب  
وہ اس میں کمال حاصل کر لیتا ہے، فنایت پیدا ہو جاتی ہے، پھر  
وہ ناز کی منزل میں آتا ہے، نیاز دوسری طرف چلا جاتا ہے، پھر اس  
کا ہر ناز اٹھایا جاتا ہے۔

تو چنانچہ حضرت ابو علی شاہ قلندر اس منزل پہ آئے، تو رب کریم  
نے ارشاد فرمایا، "ند آئی؛ کیا چاہتا ہے؟" عرض کی: "علی بنادو مجھے"  
ارشاد ہوا: "علی ایک ہی ہوگا حشر تک، علی دوسرا نہیں ہوگا؛ عرض  
کیا: "میں تو تیرے کام میں لگا ہوا ہوں، تیری یاد میں لگا ہوا ہوں۔"  
تو نے پوچھا، تو میں نے عرض کیا:

کچھ سالوں کے بعد پھر نذا آئی۔ ”کیا چاہتا ہے؟“ عرض کیا۔  
 ”علی بنا دو“ ارشاد ہوا۔ ”علی ایک ہی ہے، علی دوسرا نہیں بنے گا۔  
 ہاں، تمہیں علی کی بُودے دے سکتے ہیں“ عرض کیا۔ ”بُوہی منظور ہے  
 مجھے“ اسی وقت ارشاد ہوا۔ ”تم بُو علی ہو“ اللہ تعالیٰ کا اتنا فرمانا  
 تھا کہ ملائکہ میں اور تمام عالمین میں اعلان ہو گیا کہ آج شرفِ علی جو ہے،  
 وہ بُو علی شاد قلندر ہے۔ تو ہر پرندہ اور شجر سے آواز آنے لگی۔ بُو علی قلندر،  
 بُو علی قلندر، بُو علی قلندر، بُو علی قلندر۔

عزیزانِ من! یہ بات دنیاوی گندگیاں اور کٹافیتیں دل میں لے  
 کر نہیں سمجھ سکتی۔ یہ رابعہ قلندرہ یہاں جو موجود ہیں۔ انہوں نے  
 میرے ساتھ حضرت سلطان باہر رحمت اللہ علیہ کے مزار شریف پہ  
 حاضری دی۔ باہر صحن میں ایک طرف بہت سائے پنجرے ہیں جن  
 میں بڑے پیارے اور خوبصورت قمرے ہیں۔ جب ہم مزار شریف سے  
 باہر نکلے، تو ان سب قمروں نے مل کر ذکر شروع کیا۔ وہ ذکر کیا تھا،  
 یہ رابعہ سے پوچھو۔ ہم نے دل کے کانوں، یعنی باطنی کانوں سے  
 نہیں، دنیاوی سماعت سے سنا۔ ”با۔ ہو، با۔ ہو“ اور یہ اتنی پیاری  
 آواز تھی کہ جی نہیں چاہتا تھا وہاں سے جانے کو۔ میں وہابیوں اور  
 بڑے بڑے فتوے لگانے والوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ پرندے  
 شرک کر رہے تھے۔ یہ اپنے خدا کو نہیں پکار رہے تھے۔

اسی طرح حضرت بری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام پرندے صاف  
 پکارتے تھے۔ بری، بری، بری۔ سب سنتے تھے۔ لیکن تقسیم سے قبل، بہت  
 پہلے، ایک وقت تھا جب بہت گناہ وہاں ہونے لگے تھے، تو یہ چیز  
 بند ہو گئی۔

عزیزانِ من! آواز آئی بوعلی قلندر، بوعلی قلندر، شرف علی قلندر،  
 بوعلی قلندر۔ تو حضرت علی کریم اللہ وجہہ کا یہ مقام تھا۔ بھلا وہ حضرت عمر  
 رضی اللہ عنہ سے کیوں ڈرتے۔ یار و اتنا ظلم تو مرت کرو۔ اپنے دل و دماغ  
 سے تو کام لو۔

خالی مولویوں کے پیچھے تو مرت لگ جاؤ۔ سنیوں نے آگے لگایا  
 ہوا ہے، شیعوں نے آگے لگایا ہوا ہے۔ غرضیکہ ہر فرقے کے مولویوں نے  
 اپنوں کو یہ عمالی بنا رکھا ہوا ہے۔ وہ ان کے دلوں میں وہ تعصب، وہ  
 نفرت ڈال دیتے ہیں کہ دشمنی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ انسان انسان  
 کو ختم کرتا ہے۔ حالانکہ قتل کے باسے میں ارشاد ہے کہ ایک انسان کا  
 قتل پوری انسانیت کا قتل ہے، ساسے جہاں کا قتل ہے۔ ارشادِ قدسی  
 ہے: ”جو مسلمان، مسلمان کو قتل کرتا ہے، اس کی مغفرت نہیں اور جو  
 بے قصور قتل کیا جاتا ہے، وہ شہید ہے“

تو عزیزانِ من! اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت علیؑ، جو شیرِ خدا  
 ہیں، وہ نمود باللہ من ذالک حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ڈر گئے تھے،

اس سے یہ مطلب ہے کہ سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بڑھ گئے جنہوں نے کربلا جا کر شہادت پائی۔ ہرگز نہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ آپ کا جو مقام ہے وہ منفرد ہے۔ آپ فاتحِ خیبر ہیں۔ یہ وہ شخصیت ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار ”ذوالفقار“ عطا کی۔ آپ کے فضائل اور مناقب بیان نہیں ہو سکتے۔

عزیزانِ من! تعصب کو چھوڑ کر ذرا غور سے سوچو۔ مجھے کوئی یہ بتائے کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اپنی زبان پر گالی لائے۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کبھی گالی زبان پر لائے۔ یا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ عالی مقام، یا سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یا سیدنا فاطمہ الزہرا خاتونِ جنت، بتولِ رضی اللہ عنہا اپنی زبانوں پر گالی لائے۔ کبھی بھی، کوئی ثابت کرے۔ ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نور سے تخلیق کیا گیا، جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نور کے بعد سب سے پہلے تخلیق کیا۔ یعنی نورِ محمدیؐ۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدۃ النساء کے جسم کو سونگھتے تو فرماتے ”اے فاطمہ، تیرے جسم سے مجھے جنت کی خوشبو آتی ہے۔ اس طرح یہ پنچتن پاک، یہ سب نور علی النور تھے۔ ان کی زبانیں اللہ کے ذکر میں رہتی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درود کے ورد میں رہتی تھیں۔ ان کی زبانوں پر گالی تو کیا، نازیبا لفظ بھی نہیں آ سکتا تھا۔ کیا نور میں فتور آ سکتا ہے۔ ان کی زبان پہ غلاطت آ سکتی ہے؟

گالی ہے ہی غلاظت۔ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب وفات پا چکے، تو اس وقت مجھے نام یاد نہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ مطہرہ فرماتی ہیں کہ ”میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک لے کر آپ کے سینہ اطہر پر رکھا، اور پھر فرماتی ہیں کہ: ”کئی روز تک میں کھانا کھا کر اچھی طرح ہاتھ دھوتی تھی، مگر میرے ہاتھوں سے مشک اور عنبر کی خوشبو آتی تھی۔

تو جو مبارک ہستیاں نور ہی نور ہوں، اور جن کے سر کسی کے سامنے نہ جھکے ہوں، جو اولاد سے کی بنیاد ہوں، ہم اور آپ سوچتے نہیں کہ ان کی زبان سے گالی کیسے نکلے۔ یزید پلید نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ، عالی مقام سے کہا: ”میری نجات کا ذریعہ بتائیں“ آپ نے ایک نماز بتائی، لیکن اس خبیث کو اللہ تعالیٰ نے نصیب نہ کی، وہ پڑھ نہیں سکا۔ کیونکہ جب بھی پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا، تو سرگی کا دورہ پڑتا۔ یاد رکھو، مرگی سب سے پہلے یزید پر پڑی۔

تو جس خاندان میں کریمی ہی کریمی ہو، جس نے ظلم و ستم سہمے ہوں، لوگوں کی سختیاں سہی ہوں، لیکن بددعا نہ دی ہو، بلکہ دعا کی ہو۔ ان سے یہ توقع کیسے کر سکتے ہیں، اور پھر غلط روایات کو حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ سے منسوب کرنا، ایسی مقدس ہستیوں سے یعنی امامین سے جو اسی نور سے چلے آ رہے ہیں، یہ سب روٹی کمانے کی باتیں ہیں۔ اسی طرح سنیوں کو



بھی آگے لگایا ہوا ہے۔ آپ کو پتہ نہیں۔ ہر فرقے چاہے دیوبندی ہو،  
 وہابی ہو، یا بریلوی، سب کے متعلق کہوں گا۔ عزیزانِ من! سب نے اپنے  
 اپنے ٹھوسیدھے کئے ہیں۔

تو یہ باتیں اپنے گھر کی، اپنے مال کی، بیٹی کی، بہو کی، سب کی عزت  
 کی۔ کیا اور کسی چیز کی فکر ہے؟ ذرا سا بھی نقصان ہو تو شور مچا دیتے  
 ہیں۔ لیکن دین، ایمان، وہ جو نور آپ کے سینے میں ہے، اس پہ ڈاکہ  
 پڑ جائے، سینہ خالی ہو جائے، اور آپ گمراہ ہو جائیں، بد عقیدہ ہو جائیں  
 اور اپنے عقیدے کو بدل کر دوسرے عقیدے میں داخل ہو جائیں، کیا یہ کوئی  
 نقصان نہیں؟ آپ کو اس کا کوئی احساس نہیں۔

عزیزانِ من! تبلیغ کرنا میرا کام نہیں۔ میرے ایک شیعہ دوست  
 تھے، بڑے پڑھے لکھے۔ جب وہ بار بار بحث کرنے لگے، تو میں نے  
 کہا: ”آپ مجھ سے کیوں بحث کرتے ہیں؟“ تو کہنے لگے ”میں معلوم کرنا  
 چاہتا ہوں۔“ میں نے کہا۔ ”آپ سید محمد مہدی علی خاں کو جانتے ہیں؟“  
 کہنے لگے۔ ”ہاں“ میں نے کہا: ”جن کو نواب محسن الملک کہا جاتا ہے،  
 جن کا ہندوستان میں ڈنکا بجاتا تھا۔ جو آپ کے شیعوں کے بڑے مجتہد  
 تھے۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے۔ ”آیاتِ بینات“ دو جلدوں میں،  
 آج بھی موجود ہے۔ اپنی توبہ کی وجہ سے لکھی اور اس میں تمام حقائق  
 بیان کئے، دلیلیں بیان کیں۔ کسی شیعہ مجتہد نے آج تک اس کا جواب

نہیں دیا۔ آپ اُسے پڑھیں، مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں۔ یہ سب چیزیں  
موجود ہیں۔ آپ اپنے دل سے بھی سوال کریں۔

میں نے کہا: ”یاد رکھیں، آپ سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے دُعا  
کریں کہ یا اللہ! جو فرقہ سچا ہے، نجات پانے والا ہے، میرا حشر  
اسی میں کیجئے۔ اگر میں گمراہ ہوں، میری راہیں سیدھی کر لیجئے“۔ مجھ سے  
کہنے لگے: ”پھر کون سا فرقہ سچا ہے؟“ میں نے کہا: ”وہی فرقہ  
سچا ہے جس میں با خدا موجود ہیں، فقراء موجود ہیں، اہل حق موجود ہیں۔  
جو اس دنیا میں بھی بیٹھ کر جب تک اس کے جلوے یا تجلی کو دیکھ نہیں  
لیتے، ان کو سانس نہیں آتا۔ جس فرقہ میں یہ ہیں، وہی فرقہ برحق ہے۔  
ہاں، ذکر فکر میں، ہو حق، لا الہ الا اللہ، یہ ذکر فکر جو ہیں یہ تو  
منزلیں اور درجے ہیں، گمراہ لوگ بھی اگر کرتے ہیں، تو ان میں بھی طاقت  
پیدا ہو جاتی ہے۔ اس سے کیا بنتا ہے۔ بنتا تو یہ ہے کہ اپنی آنکھ سے  
دیکھ لے۔ آخر کبھی کوئی فقیر بھی شیعہ ہوا، قادیانی ہوا، کہنے لگے،  
”نہیں، کیوں؟“ میں نے کہا: ”بابائے ملتہ شاہ نے کہا“

گل سمجھ لئی تے رولا کیہ

ایہہ رام رحیم تے مولا کیہ

جب دیکھ لیا اپنی آنکھ سے، تو شور کیسا۔ پھر غوغا کیسا۔ پھر آہ و بکا  
کیسا، پھر یہ اختلاف کے نعرے کیسے، پھر لوگوں میں یہ نفرت پھیلانا،

بغض و کینہ اور عداوت پھیلانا کیوں ہے جب تمہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھیجا، تو فرشتوں نے کہا کہ اس کو دنیا میں بھیج رہے ہو، یہ دنیا میں فتنہ و فساد پھیلائے گا۔ ہم تو ہر وقت تیری تسبیح و صلوات کرتے ہیں، اور اللہ جل شانہ فرماتے ہیں: جو میں جانتا ہوں، تم نہیں جانتے؟

اس میں اللہ کا جو حق ہے، اس کا عشرِ عشیر بھی ادا نہ کر سکا۔ بھیجا تو اسی لئے گیا تھا۔ ایک سبق تھا، جو بھول گیا۔ دنیا امتحان گاہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: دنیا کافر کے لئے جنت ہے اور مومن کے لئے دوزخ، پھر فرمایا: الدنیا مزرعة الآخرة، دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ یہ دارالامن ہے، اس میں تمہیں بونا ہے، اس عمل کی جزا تمہیں قبر میں ملے گی، حشر میں ملے گی۔ ابھی تمہیں دو دنیا میں اور دیکھنی ہیں۔ یہ دنیا جو تم ختم کر چکو گے، جب مٹی پڑے گی، سب باہر رہ جائے گا، اور صرف تمہارے اعمال ساتھ جائیں گے۔ اعمال اگر اچھے ہوں گے، تو تب خوش رہو گے۔ بُرے ہوں گے، تو حشر بُرا ہوگا۔ اس لئے میں کہا کرتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ ”جس کے گلے میں بیعت نہیں، وہ جاہلیت کی موت

سرا: "یہ قرآن شریف میں بھی ہے۔ یہ سنت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اے نبی! جو آپ کے ہاتھ پہ بیعت کرتے ہیں، وہ دراصل ہمارے ہاتھ پہ بیعت کرتے ہیں"

پھر فرمایا کہ "جو اس دنیا میں اندھا ہے، وہ آخرت میں بھی اندھا اٹھے گا" یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو دل کی معرفت حاصل نہ کر سکے، اور اپنے رب کو نہ پہچان سکے۔

حدیث قدسی میں ارشاد ہے کہ "جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اس نے اپنے رب کو پہچانا، سارا جھگڑا، سارے دھوکے شیطان اور نفس کے تھے، اور نفس شیطان کا اپنا غلام ہے۔ یاد رکھو۔ "جی ایچ کیو" جو ہے وہ شیطان کے پاس ہے۔ نفس تو اس کا اپنا غلام ہے۔

عزیزانِ من! میرے اس خطاب کا مقصد ہی یہ ہے کہ آپ کو آگاہی دوں، خبردار کروں کہ آج کل دور میں جب دین مٹ چکا ہے۔ چھوٹے چھوٹے ذرات باقی ہیں، وہ بھی مٹاٹے جا رہے ہیں۔ اب مولویوں اور پیروں کا قبلہ جو ہے وہ کعبہ یا مدینہ شریف نہ رہا۔ میں علماء حق یا پیرانِ طریقت کے متعلق نہیں کہہ رہا ہوں، باقی تو سب یورپ جا رہے ہیں۔ اور بعض کا تو انتقال یورپ ہی میں ہوا۔ خبردار اس لئے کر رہا ہوں تاکہ کل قیامت کے روز آپ

یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں خبر نہ تھی، کسی نے منادی نہیں دی، کسی نے  
 آوازِ حق ہمارے کانوں تک نہ پہنچائی۔ حالانکہ فرض آپ کا تھا کہ  
 ڈھونڈیں کہ حق کہاں سے ملتا ہے۔ لیکن یہ رب کی مہربانی ہے  
 کہ جس پہ چاہے فرمائے کہ آپ کو آپ کے گھر میں آواز سنائی  
 دے رہی ہے، آپ کے گھر تک آواز پہنچائی جا رہی ہے۔ نصیب  
 اپنا اپنا، خیال اپنا اپنا، فکر اپنی اپنی، انداز اپنے اپنے، ادائیں  
 اپنی اپنی۔

یاد رکھو، یہ دو طرفہ معاملہ ہے۔ اگر تم محبت کرو گے، تو  
 رب کریم تمہاری طرف آئے گا، اور وہ بندہ سے شدت سے محبت  
 کا تقاضا کرتا ہے۔ اس لئے فرمایا فاذا ذکرونی اذکرکم  
 تم میرا ذکر کرو، میں تیرا ذکر کروں گا۔ واشکرو لی۔ اور میرا  
 شکر ادا کرو۔ ولا تکفرون اور کفران مت کرو۔

اور پھر دوسری جگہ فرمایا کہ ”جب حج وغیرہ کے ارکان سے تم  
 فارغ ہو جاؤ تو کذکرکم آباءکم۔ میرا اس طرح ذکر  
 کرو جس طرح اپنے باپ داداؤں کا کرتے ہو،“ او اشد ذکر  
 بلکہ اس سے بھی زیادہ شدت سے کرو۔ اور جب تک محبت میں  
 شدت نہیں آتی، وہ محبت کامیاب نہیں ہوتی۔ محبت شدت  
 چاہتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بھی چاہتے ہیں کہ میرا بندہ مجھ سے ٹوٹ

کر محبت کرے۔

اس لئے سورہ منزل میں کہا: "وَإِذْ كُنَّا نَسْمُرُ رَبِّكَ  
وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا" اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور سب  
سے ٹوٹ کر اس کے ہو رہو۔"

عالم تو یہی کہیں گے کہ سب سے لا تعلق ہو کر اللہ سے محبت  
کرو، مگر اہل معرفت کہیں گے ٹوٹ کر، ہر چیز کو نفی کر کے، ہر چیز  
کو فنا کر کے، اپنے آپ کو اس کی ذات میں مستغرق کر کے، پھر اس  
کا ذکر کرو، اور ذکر ہی ذکر کی آواز سنو۔ تب تمہیں کسی اور چیز کی آواز  
نہ آئے، تمہاری آنکھ کسی اور چیز کو نہ دیکھے۔ تمہارے ذہن میں  
کسی اور چیز کا خیال نہ آئے۔ پھر کہیں جا کر "وَإِذْ كُنَّا نَسْمُرُ رَبِّكَ  
وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا" کی ادائیگی کی کوشش شروع ہوگی۔  
لیکن یہ کمال نہیں ہے۔ کمال تو آگے پہنچے گا۔

عزیزانِ من! جب ذرا سی بات ہو جاتی ہے، تو علماء یورپ  
چلے جاتے ہیں۔ وہاں انہیں خوب مال متاع ملتا ہے، اور خوب  
سامان سے لدے ہوئے آتے ہیں، اور اخباروں میں آتا ہے کہ  
ہزاروں ان کے ہاتھ پہ مسلمان ہو گئے، حالانکہ گھر میں آگ لگی ہوئی  
ہے۔ قادیانیوں کی آگ علیحدہ، پرویزوں کی آگ علیحدہ، اور وہابیوں  
کا گڑھ علیحدہ۔ دبا دبا لگے ہوئے ہیں خاموشی سے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

یہ درود بھی بھیجتے ہیں اور اندر ہی اندر جبر بھی کاٹ رہے ہیں۔  
 کتابیں بھی لکھتے ہیں۔ میں مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ  
 کا ممنون ہوں کہ وہ پہلی شخصیت تھے کہ جنہوں نے ان عالموں کی  
 کتابوں میں جو کفریات جچی گئی ہیں، وہ ان میں سے نکال کر مسلمانوں  
 کے سامنے رکھ دیا۔ وہ کوئی معمولی شخصیت نہ تھے۔ نہ کرتے تو ان  
 سے ضرور سوال ہوتا۔ انہوں نے تیرہ سال کی عمر میں فتویٰ دینا شروع  
 کیا تھا۔ حفظ قرآن فرمایا اور چالیس علوم پر دسترس رکھتے تھے۔

میں علی گڑھ یونیورسٹی کا پڑھا ہوا ہوں۔ سر ضیاء الدین جو  
 وائس چانسلر تھے، وہ ریاضیات میں ”زنگلر“ تھے۔ یاد رکھو، یہ  
 ریاضیات میں اعلیٰ ترین اعزاز ہوتا ہے۔ دو شخص زنگلر ہوئے۔  
 ایک سر ضیاء الدین اور دوسرے علامہ عنایت اللہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ۔  
 سر ضیاء الدین کو ایک مسئلہ درپیش آگیا، یعنی ریاضی کا پرابلم۔ بڑی  
 کوشش کی مگر حل نہ ہوا۔ ان کے ایک دوست نے مشورہ دیا کہ  
 آپ بریلی مولانا احمد رضا خان بریلوی کے پاس جائیے۔ انہوں نے  
 نہایت حقارت سے کہا ”یہ مولویوں کا کام نہیں ہے۔ یہ ریاضی  
 کا پرابلم ہے“

دوست نے کہا ”ایسی بات نہیں، وہ سمجھدار ہیں۔ آپ  
 جا کے تو دیکھیں“

چنانچہ انہوں نے وقت لیا، اور آپ نے عصر کا وقت دیا۔  
یہ وقت مقررہ پہ پہنچے۔ علیک سلیک ہوئی۔ آپ نے فرمایا: ”آپ  
کا کیا مسئلہ ہے؟“

سرفیاء الدین نے کہا یہ مسئلہ ہے۔ آپ نے کاغذ لیا، اس  
پر شکل بنائی اور فرمایا: ”یہ حل ہے آپ کے مسئلہ کا“ ضیاء الدین  
دم بخود ہو گئے۔ سر جھک گیا تعظیم سے۔ بعد میں کہنے لگے کہ  
”اگر ہمارے علماء میں ایسی ایسی شخصیتیں ہیں جو سائنس کو دبا سکتی  
ہیں، تو افسوس ہم یورپ والوں کی طرف کیوں نگاہ کرتے ہیں؟“  
تو چالیس علوم پہ آپ کو عبور حاصل تھا۔ اور جب یہ فتنے  
سامنے آئے، اس کے بعد بریلی مکتب فکر کے لوگوں نے کتابیں  
لکھنی بھی شروع کر دیں۔ انہوں نے اپنے پاس سے نہیں کہا،  
انور ٹیڈ کوماز (واوین) کے اندر کہا کہ فلاں نے یہ کہا، فلاں نے  
یہ کہا۔ ایک کتاب میری نظر سے گزری۔ اس میں انہوں نے  
یہ سائے جو کہے ہوئے تھے، وہ سب شامل کر دیئے۔ وہ کتاب  
جب مولانا امیر عثمانی صاحب، جو کہ دیوبند کے بہت بڑے  
عالم ہیں اور وہاں سے نکلنے والے رسالے کے مدیر اعلیٰ بھی  
ہیں، کے پاس پہنچی تو معلوم ہے وہ کیا کہتے ہیں (یہ تلوار ہے  
چھپی ہوئی) کہتے ہیں کہ ”اس کتاب میں جو چیزیں ہیں نے دیکھی



ہیں، میرے جسم کے رونگھٹے کھڑے ہو گئے ہیں۔ میں لرز گیا ہوں کہ اتنی گستاخی، اتنی دریدہ دہنی سے انہوں نے یہ چیزیں لکھی ہیں۔ اور لکھنے والے وہ کون لوگ ہیں، ہمارے بڑے، جن کو ہم اکابرین سمجھتے ہیں، پھر فرمایا: ”اس چیز کا ہم کیا جواب دیں۔ ہم کوئی جواب نہیں دے سکتے کیوں کہ یہ ہمارے ہی اکابرین کے کہے ہوئے ہیں۔ ہم جواب کیا دیں ان کو؟“

دیوبند ہندوستان اور پاکستان میں ان کی سب سے بڑی دیتی درسگاہ ہے۔ سب سے پرانی درسگاہ۔ اور یاد رکھو، جب اپنی بات آتی ہے، تو ان عالموں کی سلور جوہلی بھی منائی جاتی ہے، ان کی گولڈن جوہلی بھی منائی جاتی ہے۔ اور گولڈن جوہلی کی صدارت کے لئے درخواست کس سے کی گئی۔ (کوئی فقیر ہو تو مر جائے گا، کبھی ایسا نہیں کرے گا۔) درخواست ایک کافر عورت یعنی مسز انڈرا گاندھی سے کی گئی۔ وہ اس تقریب کی صدر بنیں۔ یعنی صدارت کی کرسی پر وہ بیٹھیں۔ اور علماء جتنے بھی تھے، وہ نیچے بیٹھے۔ ان میں بعض علماء حافظ قرآن بھی تھے۔ ان کے ہاں یہ سب کچھ ہوتا ہے، یہ سب کچھ ظلم ہوتے ہیں، لیکن کوئی آواز نہیں اٹھاتا تھا۔ ان سب نے پاکستان بننے کی مخالفت کی تھی۔ دیوبند سے سرف مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تھے جنہوں نے ان لوگوں کی مخالفت کی اور پاکستان

کا ساتھ دیا۔

اور کہوں؟ یہ چند سال پہلے کی بات ہے۔ آپ نے بھی اخباروں میں پڑھا ہوگا۔ دیوبند میں ایک طرف مولانا حسین احمد مدنی تھے، جن کو دیوبندی خدا رسول کے بعد بڑا سمجھتے ہیں، ان کے لڑکے تھے، اور دوسری طرف فارسی طیب تھے، جس کو یہ وہابی دیوبندی اپنا سب کچھ سمجھتے ہیں۔ ان کے درمیان اتنی شدید لڑائی ہوئی حتیٰ کہ دیوبند مدرسہ کوتالے لگ گئے، خوب ہاتھ پائی ہوئی، جیسے آپ کے ہاں Riots فسادات ہوتے ہیں۔ یہ میں اپنے پاس سے نہیں کہہ رہا۔ یہ جو اخباروں میں چھپا وہی کہہ رہا ہوں۔ چنانچہ یہاں سے علماء کا ایک گروہ گیا، اس امید پر کہ علماء ہیں، ان سے بات کریں گے، کیونکہ یہ معاملہ شیعہ سنی کا تو نہیں ہے، سنیوں کے اندر کا ہے، لیکن جب وہ وہاں گئے تو اپنا سامنہ لے کے واپس آئے۔ نا وہ مولانا مدنی کے لڑکے لٹس سے مس ہوئے اور نہ یہ مولانا طیب وغیرہ لٹس سے مس ہوئے۔ پھر معلوم نہیں یہ معاملہ کیسے حل ہوا۔ تو یہ ہیں ان کی بلندیاں۔ اور یہ ہے ان کے دلوں کی ظہارت۔ جن سے اتنا فتنہ و فساد اٹھے۔

دین کے اندر ان کی اتنی حکمت ہے کہ غالباً لارڈ کننگٹن صوبہ سرحد کا جو گورنر تھا یا کسی اور جگہ کا، اس کی سالی اسلام سے بہت

متاثر ہوئی۔ وہ دیوبند پہنچی اور اسلام قبول کیا اور پھر کہا کہ میری شادی کسی جگہ کرادی جائے۔ اب جب شادی کی جاتی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی حکم ہے کہ شادی کے وقت کفو دیکھو۔ یعنی قبیلہ برابری کا ہو۔ وہ چیزیں جو ہیں، ان میں مماثلت ہو۔ لیکن یہ جو دین کے علمبردار ہیں، انہوں نے معلوم ہے کیا کیا ہے انہوں نے ایک مولوی پکڑا طالب علم، غربت کا مارا۔ نکاح پڑھا دیا اس کے ساتھ اور اس کے سپرد کر دیا۔ اس کے پاس رہنے کی جگہ بھی نہیں تھی۔ دو تین کچے کمرے تھے، وہ اسے وہاں لایا۔ لیکن آفرین ہو اس عورت کو کیونکہ دین اس کے اندر داخل ہو چکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کی محبت اس کے اندر داخل ہو چکی تھی۔ اس نے اسی کچے گھر کو صاف ستھرا کیا۔ باہر سے اس کی رشتے دار میمیں ملنے آتی تھیں، اور وہ خود بھی ان کو ملنے جاتی تھی۔ لیکن اس نے اس شخص کو نہیں چھوڑا۔ لیکن ان مولویوں نے کتنا برا ظلم کیا۔ کیا ان کو کوئی خوشحال آدمی نہیں ملا۔ کوئی خوشحال دیندار نہیں ملا۔ یہ جو اس پہ ظلم کیا۔ اگر وہ اس حالت کو دیکھ کے دین سے بھاگ جاتی تو کون ذمہ دار ہوتا۔

نو مسلم کے سلسلے میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ بھی انتہائی حساس ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کی تقسیم اپنے

ہاتھ میں رکھی۔ کسی کو زکوٰۃ کی تقسیم کا حق نہیں دیا۔ اور اس میں بھی اللہ  
 تبارک و تعالیٰ نے کہا تالیفِ قلوب میں کہ: ”اگر نو مسلم مالدار بھی  
 ہو، اس کو زکوٰۃ دو۔ اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، اس لئے کہ وہ اپنے  
 بہن بھائی، ماں باپ، قبیلہ وغیرہ سب کچھ چھوڑ کر اللہ اور رسول  
 کی خاطر آیا ہے۔ جب آپ مال دیں گے تو اُسے تمہاری محبت کا  
 پتہ چلے گا۔ دین کے اندر جو تمہارا مقام ہے، وہ پتہ چلے گا، اور  
 اسے معلوم ہو جائے گا کہ اگر اس نے ایک گھر چھوڑا ہے، اپنے  
 ماں باپ، بہن بھائی چھوڑے ہیں، تو یہ روحانی بھائی، روحانی  
 ماں باپ یہ سب اُسے مل گئے ہیں۔ اس کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔  
 اس طرح اس کا دل لگ جائے گا۔ وہ دین کی طرف آگے بڑھے گا۔  
 اور اگر ایسا نہیں ہوا، اور تمہاری وجہ سے اُسے تکلیف پہنچی، تو یاد  
 رکھو، وہ اگر دین سے لوٹ گیا، نکل گیا، تو اس کے ذمہ دار سب  
 ہیں۔ لیکن اگر اس میں سے ایک آدمی بھی بڑھ کر اس سے نیک سلوک  
 کرتا ہے، اچھائی کرتا ہے اور اس کے دل کو جمعیت ہوتی ہے، تسلی  
 ہوتی ہے، تو آپ سب کا یہ فرض کفایہ ادا ہو جاتا ہے۔

عزیزانِ من! اب میں پانچ ارکان کی طرف آتا ہوں۔ حدیث  
 شریف میں ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسلام  
 کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ نمبر ایک۔ اس امر کی گواہی

دینا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے بندے اور رسول ہیں۔ یہ پہلا رکن ہے۔

دوسرا، نماز قائم کرنا، نماز پڑھنا نہیں، یا نماز سے فارغ ہونا نہیں۔ یعنی ہاتھ اٹھائے اور گئے۔ نہیں، فرمایا نماز قائم رکھو، اور قائم اس وقت ہوتی ہے کہ جب تم کھڑے ہو نماز کے لئے، اور تمہیں معلوم ہو کہ کس کے سامنے کھڑے ہو۔ تمہیں معلوم ہو کہ الحمد للہ سے کیا مطلب ہے۔ تمہیں معلوم ہو کہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ کس کے سامنے کہہ رہے ہو، اور یہ جھکے ہوئے کیوں ہو۔ تاکہ اس کی عظمت سے آگاہ رہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے، یا تم اسے دیکھ رہے ہو۔ پھر نماز قائم ہوتی ہے۔ کیوں کہ یہ نشہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز مومن کی معراج ہے، پھر فرمایا جنت کی کنجی ہے۔ پھر فرمایا: نماز میری آنکھوں کی اور دل کی ٹھنڈک ہے۔

تیسرا رکن زکوٰۃ دینا۔ اپنے مال سے نکال کے دینا۔ یہ زکوٰۃ کا حکم دے کر اللہ احسان فرماتا ہے، کیونکہ یہ مال کو پاک کرتا ہے۔ اور جس مال میں زکوٰۃ باقی ہے، وہ سارا مال ضائع ہو جاتا ہے۔ چوتھا رکن حج کرنا۔ یہ حج اس طرح نہیں جس طرح آج کل ہو رہا ہے۔ عزیزانِ من! حج خانہ کعبہ کی زیارت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے روضہ اظہر کی حاضری ہے۔ اس حاضری سے دیوبندیوں، وہابیوں اور بد مذہب لوگوں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ یہ کہا کریں کہ مسجد نبوی کے لئے جارہے ہیں۔ یہ زیارت نہ کہئے۔ سنا آپ نے۔ تو پھر یہ لفظ نبوی کیسے آیا۔ نبوی۔ یہ کون سے نبی تھے جن کے لئے یہ نبوی کہا۔ یہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ یہ مسجد جو ہے یہ اعزازی علامت ہے۔ لیکن نہیں، وہ کفر جو ہے، اندھیرا جو ہے، کینہ و بغض جو ہے، عداوت جو ہے، یہ سینوں کے اندر دبے ہوئے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم تو کہتے ہیں مگر ان سے پوچھو جو ان پر گزرتی ہے، جو نہی موقع ملتا ہے، ڈنک مارتے ہیں۔

حج کیا ہے؟ حرام کھایا جا رہا ہے، جھوٹ بولا جا رہا ہے، صغیرہ اور کبیرہ دونوں گناہوں میں آگے ہے۔ شراب بھی پی جا رہی ہے۔ عورت بھی نہیں چھوڑی جا رہی ہے۔ یورپ کے بھی دوڑے جا رہی ہیں۔ جو کچھ وہاں کر کے آتے ہیں، سب کچھ ہوتا ہے، اور واپسی پر عمرہ کیا، یعنی صابن سے دھو لیا۔ اس طرح صفائی ہوتی ہے۔ یہاں سے حج کے لئے نیت یہ نہیں ہے کہ حج کے بعد بس کوئی گناہ نہیں کروں گا، جھوٹ نہیں بولوں گا۔ صغیرہ اور کبیرہ گناہ نہیں کروں گا، کسی کا حق نہیں ماروں گا۔ جس کا قرضہ ہے،

دے دوں گا، اور اب بلیک میل نہیں کروں گا۔ یہ ساری چیزیں  
 نہیں۔ اس کی نیت بدستور ہے۔ بلکہ اس کے تحت الشعور  
 میں ہے۔

انسان کے مائینڈ (ذہن) کی تین حالتیں ہیں۔ شعوری حالت،  
 یعنی Conscious۔ تحت الشعور یعنی Sub-conscious  
 اور لاشعوری حالت یعنی Un-conscious۔ بعض باتیں  
 جو انسان کی ہوتی ہیں، تحت الشعور میں چلی جاتی ہیں، وہ لاشعور  
 میں چلی جاتی ہیں۔ زبان سے تو وہ کہتا ہے، لیکن اس کے تحت الشعور  
 اور لاشعور میں یہ ہے کہ وہاں جلدی سے فارغ ہوں۔ یہ چالیس  
 تمازیں کیوں رکھی ہیں۔ تاکہ آگے یہاں آکر کام کرنا ہے۔ کام  
 کون سا؟ وہی حرام زدگیاں کرنی ہیں۔ نیت تو یہ ہے۔ اور  
 جس مال سے حج کیا جا رہا ہے، وہ سارا حرام کا ہے۔ وہ پیسہ ہی  
 حرام ہے، اور حدیث شریف ہے کہ حرام مال سے جس جسم کی  
 پرورش ہوگی، وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ طہیت یعنی پاک  
 روزی کے لئے اتنا اصرار ہے۔ چنانچہ ہوتا کیا ہے؟ حج جو کر کے  
 آتے ہیں، وہ حاجی بھی کہلاتے ہیں، مگر اپنی کرتوتوں کی وجہ سے  
 ایک نقطہ اگر بڑھ جاتا ہے تو تین نقطے نیچے آجاتے ہیں۔ اور پھر  
 لفظ حاجی سے ”ح“ غائب ہو جاتی ہے اور دنیا والے انہیں

پاجی کہنا شروع کر دیتے ہیں۔

مجھ سے ایک صاحب نے سوال کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ جو حج کر کے آتے ہیں، ان میں سے نوے فیصد پاجی کے پاجی رہ جاتے ہیں۔ میں نے کہا کہ جب یہ جاتے ہیں تو ان کا دوست یعنی شیطان ایئر پورٹ یا سی پورٹ پر بیٹھ جاتا ہے۔ اور جب یہ واپس آتے ہیں، تو وہ ان سے گلے ملتا ہے، مبارک باد دیتا ہے کہ شکر ہے جیسے ہی گئے تھے، ویسے ہی ہو۔ پاجی گئے تھے، اب بھی پاجی ہو۔ حاجی نہیں ہو۔ میں نے انہیں ملتان کا واقعہ سنایا۔ یہ سچا قصہ ہے۔

میں نے کہا کہ گرمیوں میں ایک غریب آدمی باہر سویا ہوا تھا۔ اس نے اپنے بستر کو لپیٹ کر تکیے کے طور پر اپنے سر ہانے رکھ دیا تھا۔ رات کو ایک چور آیا، اس نے اچانک جھپٹا مارا، بستر کھینچا اور دوڑ پڑا۔ پیچھے پیچھے یہ بھی دوڑ پڑا۔ جب اس نے دیکھا کہ چور کے داڑھی بھی ہے، تو اس نے آواز دی ”حاجی جی، میرا بستر دیتے جانا، میں بڑا غریب آدمی ہوں، خدا کے واسطے“ چور رک گیا، بستر اسے دے دیا، مگر کہا کہ ایک بات بتاؤ کہ تمہیں کیسے پتہ ہے کہ میں حاجی ہوں؟ اس نے جواب دیا کہ ”معاف کرنا، ایسے کام حاجی ہی کرتے ہیں۔“



ایک بار میرے پاس کی کار چوری ہو گئی رمضان شریف میں۔  
 مجھ سے کہنے لگے: "افضل صاحب، میری کار چوری ہو گئی، خیر پرواہ  
 نہیں۔ ہم تو تین تین جنگل اپنی بیٹیوں کو جہیز میں دے دیتے  
 ہیں۔ یہ کوئی بات نہیں، لیکن یہ افسوس ہے کہ کسی کا ایمان خراب  
 ہو گیا۔" میں نے کہا: "جی، یہ خیال خیال کی بات ہے۔ آپ ایسا  
 سوچتے ہیں، لیکن جس نے چوری کی، وہ کہتا ہوگا کہ خدا کا فضل ہو گیا،  
 اللہ نے کریمی کی کہ مجھے کار دے دی، اور میرا کام بن گیا، انہوں نے  
 میری طرف دیکھا، مسکرائے اور کہنے لگے: "اچھا!" میں نے  
 کہا: "بالکل، مجھے کوئی شک نہیں اس میں۔"

بیس پچیس دن کے بعد، یعنی عید کے بعد انہوں نے مجھے  
 فون کیا اور کہا: "آئیے چائے پیتے ہیں،" خیر جیب میں گیا تو  
 کہنے لگے: "افضل صاحب، میں آپ کو بات سناؤں تو آپ کے  
 رونگھٹے کھڑے ہو جائیں گے،" میں نے کہا: "کیا ہے؟"  
 کہنے لگے: "مجھے ٹیلی فون آیا ہے کہ سر آپ کی کار مل گئی ہے۔  
 میں جب نتھانے گیا تو دیکھا کہ واڑھیوں والے بیٹھے ہوئے ہیں۔  
 میں نے کہا کہ واڑھیاں رکھی ہوئی ہیں سب نے آج۔ کہنے لگے  
 نہیں نہیں۔ ان میں وہ بھی ہے جس نے تراویاں پڑھائی ہیں  
 ہم کو۔ حافظ قرآن ہے۔ ان میں ایک وہ بھی تھا ایس ڈی او۔"

ان میں ایک ڈپٹی چیف بھی تھا جو میرے ماتحت کام کرتا تھا۔ اس کا لڑکا بھی تھا۔ تین تو داڑھیاں رکھے ہوئے تھے۔ یہ گینگ کی حیثیت میں تھے۔ مجھے انسوس ہوا داڑھیوں والوں کو دیکھ کر کہ بتتے نہیں کس ضرورت کے تحت یہ کام کیا ہے۔ میں نے انہیں کہا کہ اگر تمہیں پیسوں کی ضرورت تھی، تو مجھے کہہ دیتے۔ اچھا چلو ہاتھ اٹھاؤ، تمہارے لئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایمان نصیب کرے اور صحیح راستے پہ ڈالے۔ جواب پتہ ہے کیا دیا؟ کہا، صاحب، ہمیں آپ کی دعا نہیں چاہیے۔ آپ اپنا کام کریں، ہمارے پیشے میں دخل نہ دیں۔ ہماری روزی خراب مت کریں، یہ حالت ہو گئی ہے۔

میں نے انہیں کہا: اب آگے کوئی اسٹیشن نہیں سلمان قوم کے لئے۔ بالخصوص پاکستان کے لئے۔ سمندر جو ہے ۱۰ سکی لہریں انتظار کر رہی ہیں۔ آؤ، تم خدا کے باغی ہو، بے ادب ہو، اولیاء اللہ کے بے ادب ہو۔ اور حیب ان باغیوں پہ پڑتا ہے، تو پھر ان کی باتیں دیکھیں۔ میرے پاس بھی کئی آئے۔ میں نے کہا کہ تم تو غیب کے علم میں یقین نہیں رکھتے۔ اس نے کہا کہ میرا بیٹا تھا، بھانجا تھا۔ ستر ہزار روپے کیش لے گیا۔ میری دو فیکٹریاں بھی ہیں۔ میں نے جب اس کی طرف غور سے دیکھا تو اس کے

کپڑے ایسے تھے جیسے جوتیاں کھا کے آیا ہے۔ اس نے مجھے بتایا  
 تو نہیں، لیکن میں نے کہا کہ مجھے تو تم وہابی لگتے ہو۔ تمہارا عقیدہ  
 صحیح نہیں۔ کہنے لگا، نہیں جی، میں وہابی نہیں ہوں۔ میں نے  
 کہا: فقیر کی نگاہ دل پر ہوتی ہے۔ تمہاری شیخی بتا رہی ہے کہ  
 تم وہابی ہو۔ کہنے لگا: میں وہابی وغیرہ نہیں۔ آپ دیکھ کر بتائیں۔  
 میں نے کہا کہ جب علم غیب پر تمہارا ایمان ہی نہیں، تو کیا بتائیں۔  
 یاد رکھو، ایک علم غیب ذاتی علم غیب ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ  
 نے کسی کو نہیں دیا۔ اور دوسرے علوم غیب جو ہیں، وہ اللہ تعالیٰ  
 نے فرشتوں کو بھی دیتے، بندوں کو بھی دیتے۔ اور انہی علوم  
 کے تحت فرشتے کام کر رہے ہیں، کوئی بارش برس رہا ہے،  
 کوئی جان قبض کر رہا ہے۔ یہ تو آپ سب جانتے ہیں۔ یہاں  
 تو مولوی آپ کو دھوکہ نہیں دے سکتا۔

اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے فقراء رکھے ہوئے ہیں باطن  
 میں، ان کے بھی عہدے ہیں۔ اوتاد، اولیاء، ابدال، قطب  
 وغیرہ، یہ سارے ان کے سپرد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں طاقت  
 دی ہوئی ہے۔ وہ طاقت سے معلوم کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ ایک  
 راز ہے، پردے کے پیچھے۔

تو وہ علم ذاتی، دوسرا علم ہے، جو کسی نبی مرسل تک کو

نہیں ملا۔ اور یہ علوم ہیں۔ یہ تقویٰ نظام چلانے کے لئے دیئے  
ہیں۔ ورنہ فرشتے جو ہیں وہ جانیں کیسے قبض کرتے، بارش  
کیسے برساتے۔ بھونچال اور یہ آفتیں کیسے نازل کرتے۔

تو عزیزانِ من! جان لو کہ حج جو ہے۔ اس کی ادائیگی سے  
پہلے آپ کو اپنے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے توبہ کرنا ہوگی۔ نیت  
کرنا ہوگی۔ اور اپنی زبان کو جھوٹ سے پاک رکھنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ  
سے سب وعدے کرنے ہوں گے۔ پھر لبیک اللہم لبیک  
شروع ہوگا۔ ایسے نہیں۔ یہ احرام باندھنے سے، یا دوڑگانے  
سے، اور کنکریاں پھینکنے سے، یا بکرا ذبح کرنے سے نہیں ہوتا۔  
تقویٰ دل سے ہے۔ اور جس دل میں ایمان ہی نہیں، تقویٰ  
کہاں سے آئے گا۔ جو بے چین ہے کہ جلدی واپس جاؤں تاکہ  
لبیک مارکیٹ کروں، تو یہ کوئی حج نہیں ہے۔

اس کے بعد رمضان کے روزے رکھنا ہے۔ یہ پانچواں رکن  
ہے۔ اس کی اہمیت آپ سب جانتے ہیں۔ روزے کے فضائل  
میں ایک بات ہی کہوں گا۔ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تبارک  
و تعالیٰ نے فرمایا: ”یہ روزے دار کی جزا میرے پاس ہے۔ محفوظ۔  
کسی کو معلوم نہیں۔ اس کی جزا میں دوں گا قیامت کے دن“  
پھر فرمایا کہ ”روزے دار کے مُنہ میں جو بُوہے یہ مشک سے

بھی زیادہ ہمیں عزیز ہے۔“

پھر اس ماہِ رمضان کے آخری عشرہ کے بائے میں فرمایا کہ  
”طاق راتوں میں وہ مقدس رات بھی ہے۔“ کسی نے کہا۔ عام طور  
پر یہی کہا جاتا ہے کہ یہ ستائیسویں کی رات ہے۔

یہ وہ مہینہ ہے جو گیارہ مہینے کی آپ کی غلاظت صاف  
کر دیتا ہے۔ بشرطیکہ نگاہ کا بھی روزہ ہو، آنکھ کا بھی روزہ ہو۔  
ناک کا بھی روزہ ہو، زبان کا بھی روزہ ہو، پیٹ کا بھی روزہ ہو،  
کان کا بھی روزہ ہو، پاؤں کا بھی روزہ ہو، یعنی سب اعضاء کا  
روزہ ہو۔ ورنہ حدیث شریف ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارا بھوکا رہنے  
کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ مکمل ٹریننگ ہے۔

جب تک ان امور کے متعلق تفصیل سے علم حاصل نہ کریں،  
آپ کیسے عمل کر سکتے ہیں۔ یہاں میں صرف اس قدر بیان کروں گا جس  
قدر گستاخی کے بائے میں مجھ سے اپنی استعدادِ علم کے مطابق  
ہو سکتا ہے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ محبت جو کرنی چاہیے وہ آپ  
کیسے کر سکتے ہیں جب تک آپ اس مبارک ہستی (جن پر اربوں،  
کھربوں درود و سلام، ہر لمحہ، لحظہ، ہر سانس) کی حیاتِ طیبہ  
اور ذات و صفات کے بائے میں نہ جائیں۔ کیسے محبت ہو سکتی

ہے۔ کیسے دین آپ کے اندر داخل ہوگا۔ کیسے ایمان داخل ہوگا۔  
ہرگز نہیں۔

جان لو کہ ایک وقت تھا جب سوائے ذاتِ باری تعالیٰ کے  
کسی چیز کا وجود نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ کے سوائے۔ یعنی نور باری تعالیٰ  
کے سوائے کوئی چیز نہیں تھی۔ حدیثِ قدسی ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ  
نے: ”میں تھا ایک چھپا ہوا خزانہ۔ میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں“ اب  
سوال یہ ہے کہ کیسے ظاہر ہوا۔ کیسے پیدا کیا؟ اس لئے اللہ تعالیٰ  
کی سنت معلوم کرنی پڑے گی۔ اور وہ کلام پاک میں ہے۔ کلام پاک  
میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں کسی کام کا ارادہ کرتا ہوں، تو  
کہتا ہوں ”کن فیکون“ یعنی ”ہو جا، ہو جاتا ہے“

اب اللہ تعالیٰ نے خود ہی ”کن فیکون“ کہا، خود  
ہی سنا، اور اس کے کہنے کے بعد سب سے پہلے جو چیز تخلیق  
کی، وہ نورِ محمدیؐ تھی۔ چنانچہ حدیثِ قدسی ہے: ”میں تھا  
اک چھپا ہوا خزانہ۔ میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں، تو پیدا کیا تم کو  
اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم)“

پھر دوسری حدیثِ قدسی ہے: ”اگر تم نہ ہوتے اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم)  
تو میں آفاق کو پیدا نہ کرتا۔ لَوْلَا كُمْ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلاَکَ۔  
تو پھر تخلیقِ عالم کا باعث کون ہے؟ باعث آپ صلی اللہ علیہ وسلم

ہی ہیں۔ یعنی صرف آپ ہیں ملا آپ پہ لاکھوں، کروڑوں، اربوں، کھربوں درود و سلام ہوں، ہر لمحہ، ہر لحظہ، ہر سانس)۔ اس حدیث قدسی کے بعد کوئی شک ہی نہیں رہتا۔ باعث آپ ہی اور صرف آپ ہیں۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے۔ ”اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو تخلیق کیا۔ اس وقت لوح و قلم، زمین و آسمان، غرضیکہ کسی چیز کا وجود تک نہ تھا۔“

پھر فرمایا: ”میں اس وقت بھی نبی تھا“ جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ یعنی آدم کا خمیر بھی تیار نہیں ہوا تھا۔ ایک حدیث ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر تمام عالم میں پیدا نہیں کیا۔“ پھر فرمایا: ”میں اولادِ آدم کا سردار ہوں، لیکن مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔ مجھے فقر پر فخر ہے۔“ (غور سے سنو، فرمایا مجھے فقر پر فخر ہے)۔ پھر فرمایا: ”الفقر منی“ یعنی فقر مجھ میں سے ہے۔ پھر فرمایا: ”الفقر کنز كنوزة“ یعنی فقر چھپے ہوئے خزانوں میں سے ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف موقعوں پر مختلف انداز میں فرمایا۔ مثلاً ایک بار فرمایا: ”میں نہیں ہوں مثل تمہارے حیثیت۔“ پھر فرمایا: ”میں نہیں ہوں مانند ایک تمہارے کے۔“ پھر ایک دفعہ فرمایا۔ ”کون ہے تم میں مثل میرے۔ بے شک میں تقسیم کرنے والا ہوں اور

عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ“ یہاں وسیلہ کا مسئلہ آجاتا ہے۔  
یہ جو وہابی کہتے ہیں کہ وسیلہ نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”  
پکارو، میں تمہاری پکار سنتا ہوں“ بے شک ایسا ہی ہے، مگر  
سننے کے بعد جب وہ دیتا ہے، تو پھر اس حدیث کی تفسیر دیکھو۔ وہ  
دیتا اپنے حبیب کو ہی ہے کہ تقسیم کر دو۔ وہ نعوذ باللہ  
خود نہیں آیا گھر بچہ عطا کرنے کے لئے۔ یا کسی کے ہاں آٹے کی بوریاں  
ڈالنے کے لئے۔ یا جو کچھ بھی مارا گیا ہو۔ یہ اس کا نظام ہے۔ یہ اس  
نے عزتیں بخشیں ہوئی ہیں۔ یہ نہیں کہ وہ یہ کام خود کر نہیں سکتا۔ نعوذ  
بِاللَّهِ مِنْ ذِ اللِّتِّ۔ لیکن اس کی ایک شان ہے۔ ایک  
جسیت ہے۔ اگر بادشاہ نے گورنر، وزیر اعظم یا وزیر مقرر کئے ہوئے  
ہیں، تو یہ ان کو اعزاز بخشتے ہیں۔

تو صد افسوس، دنیا کا بادشاہ اپنے گورنر، وزیر اعلیٰ اور وزیروں  
کو یہ طاقتیں دیں، لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب کو کوئی طاقت  
نہ دے۔ عطا کرنے والا بے شک وہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
کی بھی ایک حدیث ہے کہ: ”ایک تسمہ بھی ٹوٹ جائے، تو مانگو  
اللہ تعالیٰ سے“ چونکہ بات وہیں آتی ہے۔ پھر فرمایا: ”ایک تسمہ  
بھی ٹوٹ جائے، یہ بھی ایک مصیبت ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ  
رَاجِعُونَ“ ہم اسی کا مال ہیں۔ اسی کی طرف لوٹ جانا ہے۔ ہم



اسی کی طرف سے آئے ہیں، اسی کی طرف لوٹ جانا ہے۔

پھر فرمایا کہ: ”میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا بھی وقت ہوتا ہے کہ کسی ملائکہ، کسی مرسل کا وہاں سے گزر نہیں ہوتا،“ پھر فرمایا کہ: ”میں بھی گیا ہوں کل مخلوق کی طرف۔“

اب ذرا ان ارشادات و فرمودات کی طرف آئیے جو رب کریم نے قرآن مجید میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرمائے، تاکہ آپ سمجھ سکیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کیا ہے مگر اس سے قبل کہ میں ان ارشادات باری تعالیٰ کا ذکر کروں، پہلے جو چیز ضروری ہے، وہ بیان کروں۔

یہ سب چیزیں قرآن پاک میں ہیں۔ قرآن پاک نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ بنی نوع انسان کے لئے سرچشمہ ہدایت ہے۔ یاد رکھو، پوری بنی نوع انسان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے، چاہے ہندو ہے، سکھ ہے، عیسائی ہے۔ فرق بس یہ ہے کہ جیسے اللہ کے سب بندے ہیں، کچھ کافر ہیں، کچھ مشرک ہیں لیکن بندے ضرور ہیں کیوں کہ اولاد تو آدم علیہ السلام کی ہیں۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جو باغی ہیں، وہ امتی کافر ہیں۔ جس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے، اس سے لے کر آج تک یہ چینی اسرائیل ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں ہے۔

تو پہلے قرآن کریم کے بارے میں یہ ذکر کرنا ضروری ہے یعنی قبل اس کے کہ کوئی ارشادات دیکھے، وہ پہلے ایمان کی عینک لگائے مغرب کی عینک نہ لگائے۔ ماڈرنزم (جدیدیت) کی عینک نہ لگائے اور اپنی فکروں کو دخل انداز نہ ہونے دے، کفریات کی عینک نہ لگائے، گمراہی کی عینک نہ لگائے، بغض و عداوت اور کینہ کی عینک نہ لگائے تاکہ وہ قرآن شریف میں ایسے نکتے تلاش نہ کرے جس سے قرآن کریم کی توہین ہو یا نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کی توہین کا پہلو نکلتا ہو یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا پہلو نکلتا ہو۔ ان لوگوں کے لئے صاف کہہ دیا۔ سورہ بقرہ کے شروع ہوتے ہی ارشاد ربّی ہے کہ جن لوگوں کو ہدایت ملنی ہے کلام پاک سے، رب کی طرف سے، یہ وہ لوگ ہیں، ایک، دو، تین، چار، پانچ وغیرہ جتنے بھی ہیں، وہ درجہ دار اللہ تبارک و تعالیٰ نے بیان فرما دیئے۔ تو میں پہلے ان کا ذکر کروں گا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے سورہ بقرہ میں: اس میں ہدایت ہے۔  
 (۱) متقیوں کے لئے (تقویٰ میں سب کچھ آگیا۔ مال و دولت، ایمان) (۲) ان لوگوں کے لئے جو غیب پر ایمان لائے، یعنی بن دیکھے۔ اللہ تعالیٰ کو آپ نے نہیں دیکھا، ہم نے نہیں دیکھا۔ بس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید بیان فرمادی اور ہم ایمان لے

آئے۔ (۳) نماز قائم کرنے کے لئے، پڑھنے کے لئے۔ اور (۴) وہ روزی جو اللہ تعالیٰ نے عطا کی، اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔ یاد رکھو، یہاں روزی سے ”رِزْقَانَا هُمْ“ سے غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ گندم، چنے، دال وغیرہ اور جیب میں جو آپ کے پیسے ہیں، ان کو ہی روزی سمجھنا۔ نہیں، روزی میں دراصل آپ کے تمام وسائل آجاتے ہیں۔ اگر آپ کے پاس علم ہے، اس میں سے کسی کو پڑھانا بھی روزی میں سے خرچ کرنا ہوتا ہے۔ اگر آپ کے پاس توانا ہی ہے، کوئی کمزور ہے، سڑک پار کرنا چاہتا ہے، اس توانائی میں سے آپ نے حصہ دیا اور اس کو پار کرایا۔ ایک مظلوم ہے، ظالم اس پر ظلم کر رہا ہے، آپ طاقتور ہیں، آپ نے اپنی طاقت سے اس کو چھڑایا، تو گویا آپ نے اپنی طاقت میں سے خرچ کیا، ہر شعبے میں اور ہر جہت میں آپ کو دینا پڑے گا۔ یہ آٹے، دال اور پیسوں تک محدود نہیں ہے۔ خیرات صدقے تک، زکوٰۃ اور مالی امور تک نہیں۔ ہاں۔ یہ ذہن میں رکھیں۔

اور پانچواں جو ہے، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب اور آپ سے پہلے نبیوں پر جو نازل ہوئیں، ان سب پر ایمان لانا۔

تو عزیزانِ من! یہ شرطیں ہیں۔ اگر کوئی یہ شرطیں پوری کرتا ہے تو

اس کے لئے قرآن شریف میں ہدایت ہی ہدایت ہے۔ اور اگر پوری نہیں کرتا، تو پھر اُسے گمراہی ملے گی۔ اور وہ جان بوجھ کر گمراہی میں جائے گا۔ اور جو جان بوجھ کر گمراہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اُسے آگ میں دھکیل دوں گا۔

یاد رکھو، اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔ عام طور پر غلطی عام ہے کہ تقدیر میں ایسا لکھا ہوا تھا۔ عزیزانِ من! تقدیر ہے کیا چیز؟ یہ اس علم کا نام ہے جس علم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے قلم کو کہا کہ لوح پہ لکھو، اس تختی پہ لکھو کہ فلاں کو کیا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ تم یہ کرو۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے مطابق فرما دیا کہ: "میرا علم ہر چیز پہ محیط ہے۔ پتا بھی ہلتا ہے، مجھے علم ہے۔ اور میری قدرت اتنی کاملہ ہے کہ ہر چیز جو میں چاہوں کر سکتا ہوں۔ مجھے نیند نہیں پکڑتی۔ ایک پتا میرے حکم کے بغیر نہیں ہلتا۔ ایک پتا بھی ہلتا ہے، مجھے علم ہو جاتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ میرا علم ہر چیز پہ محیط ہے۔"

اب ارشاداتِ باری تعالیٰ سنیں، غور سے سنیں، فکر سے سنیں، محبت سے سنیں، دل سے سنیں، اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی تصویر سامنے رکھ کر سنیں اور خیال کریں کہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں دیکھ رہے ہیں،

یاسن رہے ہیں۔

کلام پاک میں ہے کہ شیطان اور اس کی اولاد تمہیں ہر وقت دیکھتے ہیں۔ لیکن مولوی یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عطا کیا۔ یاد رکھو، طبیب مرض سے طاقتور ہوتا ہے۔ شیطان اور نفس یہ ہمارے مرض ہیں۔ یہ انسان کے مرض ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو طبیب بنایا گیا۔ اب شیطان کو تو یہ طاقت دی، اور طبیب کو کوئی طاقت نہیں۔ بس یہ سوچنے کی بات ہے، سمجھنے کی بات ہے۔ انسان تاریکیوں میں بھٹکنے کو پسند کرتا ہے۔ اپنی اپنی عقل کی بات ہے، نور کی روشنی سے بھاگتا ہے۔ یہ بد قسمت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”ہم نے اسے ایک لچڑی ہوئی بوند سے پیدا کیا، اور اس کی کیا حالت ہے۔ یہ کھلم کھلا بغاوت کرتا ہے“ پھر فرمایا: ”جب یہ ہڈیاں ہو چکے ہوں گے، تو انہیں کون زندہ کرنے والا ہے“ فرمایا:

”ان سے کہہ دو کہ جو میں نے تمہیں پہلے پیدا کیا، اس سے ہڈیاں وغیرہ پیدا کرنا تو میرے لئے آسان ہے۔ اور تمہارے یہ ہاتھ پاؤں تمہارے خلاف گواہی دیں گے“

جدید نوجوان سوال کرتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے۔ آج کمپیوٹر کے اندر ساری دنیا بند ہے۔ اور آج ٹیپ ریکارڈ کے اندر چالیس

سال پرانی آواز بند ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج پہ جسم کے ساتھ کیسے تشریف لے گئے۔ اب چاند گاڑی گئی۔ کئی ٹن اس کا وزن تھا۔ چاند تک چلی گئی۔ اپنی تمام باتیں درست ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنی دُور کیسے دیکھتے ہیں؟ آپ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور کرکٹ کا میچ امریکہ میں ہو رہا ہے۔ تو اپنی سنائی ایجاد کو دیکھ سکتا ہے، اور اللہ کی دی ہوئی طاقت کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اتنا کچھ اس کے ساتھ ہو رہا ہے۔ اب اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو ارشاد فرمائے ہیں، وہ میں پڑھ کے سنا دیتا ہوں۔

پہلا : بے شک ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری اور ڈر سنانے والا۔ اور آپ سے دوزخ والوں کا سوال نہ ہوگا۔

دوسرا : اور اس طرح ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سب امتوں میں افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔ اور یہ رسول تمہارے نگہبان اور گواہ ہیں۔

تیسرا : اے محبوب، تم فرمادو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اللہ تم کو دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

چونتھا : بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا، غور کرنا احسان کے لفظ پر (اللہ کا بڑا احسان ہوا۔) (جھوٹا نہیں بڑا احسان ہوا) مسلمانوں پر کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا، جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے۔ ان کو پاک فرماتا ہے۔ (کس چیز سے) نورِ نبوت سے۔ اور ان کو کتاب و حکمت سکھاتا ہے، اور وہ ضرور اس سے پہلے گمراہی میں تھے۔ پھر فرماتے ہیں کہ اگر وہ اپنی جانوں پہ ظلم کریں، تو اے محبوب، تمہارے حضور حاضر ہوں۔ (کیا کریں؟ تمہارے حضور حاضر ہوں) پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں۔ جب آپ کے پاس پہنچ جائیں، تو کیا کریں؟ اللہ سے معافی مانگیں۔ اور رسول ان کی شفاعت کریں۔ یہ سب کچھ کرنے کے بعد جو نہایت اہم شرط ہے کہ آپ شفاعت کریں۔ یعنی رسول ان کی سفارش کریں، شفاعت کریں، تو ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔“

لیکن وہابیوں اور دیوبندیوں کے سردار، مولوی اسماعیل لکھتا ہے: ”جن کا نام محمدؐ اور علیؑ ہیں (نعوذ باللہ من ذالک) ان کے اختیار میں کچھ نہیں“ ان کے بیان کرنے کا طریقہ دیکھیں۔ پھر لکھتا ہے کہ: ”اللہ کے سامنے بڑے سے بڑے آدمی کا چوڑے اور چمار سے زیادہ وقعت نہیں“ یہ ہیں دلوں کے کفر، بغض،

دشمنیاں اور عناد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔ اور دوسری طرف یہ نعتیں بھی لکھتے ہیں۔ پیری مریدی بھی کرتے ہیں۔ سب کام ساتھ ساتھ جاری ہیں۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ پیروں کو بھی دیکھ کے پیر پکڑو۔

عزیزانِ من! عقیدہ اصلی چیز ہے۔ جب تک جڑ ٹھیک نہیں درخت میں پھل نہیں نکلے گا۔ اور پھر پھل نکل بھی آیا، تو وہ کھٹا ہوگا۔

پھر فرمایا: ”اے محبوب، تمہارے رب کی قسم، وہ مسلمان نہ ہوں گے، جب تک وہ اپنے آپس کے جھگڑوں میں تمہیں حکم نہ بنائیں۔ (حکم ایک شرعی اصطلاح ہے، جس سے مراد نجج ہے، جس کے اختیار میں فیصلہ دینا ہوتا ہے)“ پھر جو کچھ تم حکم فرماؤ، وہ اپنے دلوں میں اس کے لئے رکاوٹ نہ پائیں اور دل سے تسلیم کریں۔“ بوجھ رکھ کے نہیں، خوشی خوشی سے۔ جس نے رسول کا حکم مانا، اس نے اللہ کا حکم مانا۔ کیوں صاحب؟ یہ شرک نہیں ہوا۔ اپنے ساتھ ملایا ہوا ہے۔ جس نے رسول کا حکم مانا اس نے میرا حکم مانا۔ حالانکہ قرآن شریف میں ایک جگہ ہے: ”إِنَّ الْحَكْمَ أَنَا لِلَّهِ“ یعنی حکم تو صرف اللہ ہی کا ہے، اور جس نے منہ پھیرا، ہم نے تمہیں ان کو پچانے کے لئے نہیں بھیجا۔“



رَبِّ الْعَالَمِينَ نے اپنی صفت تو یوں بیان فرمائی کہ ”وَهُوَ  
عَالِي الْعَظَمِ“ لیکن آپ دیکھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے  
میں کیا فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ”وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خَلْقٍ عَظِيمٍ“  
یعنی آپ کا اخلاقِ عظیم ہے۔

پھر فرمایا: ”جو رسول کے خلاف کرے بعد اس کے کہ حق کا راستہ  
اس پہ کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا چلے، ہم اس کو اس کے  
حال پہ چھوڑیں گے۔ اُسے دوزخ میں داخل کریں گے۔ اور یہ کیا  
بری لوٹنے کی جگہ ہے“ پھر فرمایا: ”اے لوگو! بے شک تمہارے  
پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک دلیل آئی، اور ہم نے تمہارے  
پاس روشن نور اتارا“

پھر فرمایا: ”حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا، اور ہوشیار  
رہو۔ پھر اگر تم پھر جاؤ گے، تو جان لو کہ ہمارے رسول پر واضح طور  
پر حکم پہنچا دیا گیا، یعنی ان سے پرسش نہیں ہوگی“ پھر فرمایا۔  
”اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلائے پر حاضر ہو،  
جب رسول تم کو اس چیز کے لئے بلاویں جو تم کو زندگی بخشنے“  
پھر فرمایا: ”اے محبوب! ان کی جانوں سے صدقہ وصول  
فرماؤ، ان کے مالوں سے صدقہ وصول فرماؤ، جس سے تم ان کو  
ستھرا اور پاکیزہ کر دو۔ اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو۔ بیشک

تمہاری دُعا ان کے دلوں کا چین ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سُننے والا اور جاننے والا ہے۔“ فرمایا۔ تمہاری دُعا ان کے دلوں کا چین ہے۔ اللہ تعالیٰ کلام پاک میں فرماتا ہے: ”عَلَىٰ بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ“ یعنی آگاہ رہو، دلوں کا چین اللہ کی یاد ہے۔“ اب ملاؤ نا کہ کتنے شرک ہوں گے۔ اللہ نے کبھی مجھے توفیق دی تو اس موضوع پر عرض کروں گا۔ کیونکہ بہت بڑا موضوع ہے۔ اور بات قرآن کریم کے حوالے سے کروں گا۔ کیونکہ حدیث شریف کو تو یہ لوگ مانتے نہیں۔

تو فرمایا: ”اے محبوب! ان کی جانوں سے صدقہ وصول کرو، ان کے مالوں سے صدقہ وصول کرو، جس سے تم ان کو سسترا اور پاکیزہ کر دو اور ان کے حق میں دُعا ئے خیر کرو۔ بے شک تمہاری دُعا ان کے دلوں کی چین ہے، اور اللہ تبارک و تعالیٰ سُننے والا اور جاننے والا ہے۔“

پھر فرمایا: ”بے شک، تمہارے پاس تشریف لائے (لفظ نوٹ کرنا ”تشریف لائے“) تم میں سے وہ رسول جن پہ تمہارا شک گرا ہے، اور تمہاری بھلائی کا بہت چاہنے والے مسلمانوں پر بہت کرم کرنے والے مہربان۔“ یہ جو ”تشریف لائے“ فرمایا گیا، یہ میلاد کرنے کا اشارہ ہے۔ کیونکہ آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

میری نعمت کا چرچا کرو۔“

پھر فرمایا: ”وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ“ اور ہم نے تمہارا ذکر تمہارے لئے بلند کیا (اپنے لئے نہیں)۔ تو ہم پہ کیا فرض آتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جی چھ سو سال پہلے یہ نہیں تھا۔ اس کے بعد یہ شروع ہوا۔ اگر چھ سو سال تک کسی نے غلطی کی، یا کسی نے نادانی کی، یا کسی میں اتنی محبت نہ تھی، یا کسی کا ایمان کامل نہیں تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق ان میں نہیں جاگا، تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے۔ اس ایک غلطی کی وجہ سے یا کوتاہی کی وجہ سے، یا ان کی اس عادت کی وجہ سے، کیا ہم یہ عادتِ حسنہ چھوڑ دیں۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ ہماری محبت کے بھئی کچھ تقاضے ہیں۔ ہم اپنی حد میں رہ کر، قرآن و حدیث کی حد میں رہ کر کریں گے۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت دین کے خلاف نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی سب کچھ ہے۔ یہ عین ایمان ہے۔ تم اپنے مولویوں اور استادوں کو تو خدا سے بڑھ کر عزت دو، اور جب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات آئے تو دلیلیں دو۔ آپ ان مولویوں کو دیکھیں۔ جب ناموس کا وقت آتا ہے، تو یہ اپنے استاد کی ناموس کا خیال کریں گے۔ آپ ان کی کتابیں پڑھ لیں، یا ان کے وعظ سن لیں۔ اپنے استادوں کے بارے میں تو اس طرح بیان

کہیں گے کہ گویا اللہ اور رسول کے نعوذ باللہ من ذالک  
ناشب ہوں۔

ایک شخص نے یہ لطیفہ سنایا کہ یہ جو بھانڈے ہوتے ہیں (نعوذ  
باللہ من ذالک) ان میں سے ایک خدا بنا، ایک رسول بنا، ایک  
حضرت سیدہ خاتونِ جنت فاطمہ الزہرا، ایک حضرت امام حسن، اور  
ایک مولائے کائنات بنا۔ ایک بھانڈے پہلے کو کہتا ہے کہ آپ کی تعریف،  
اس نے کہا میں خدا ہوں۔ اس نے کہا میں تو تمہیں نہیں جانتا۔ اس نے  
کہا کہ میرا تو ذکر ہی نہیں ہوتا، نہ میرے محبوب کا ذکر ہوتا ہے، تو  
پیچھے جو تھا، اس نے کہا کہ میں مصطفیٰ ہوں (نعوذ باللہ من ذالک)  
پھر مولائے کائنات نے کہا کہ کبھی کبھی ہمارا ذکر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح  
سیدۃ النساء نے، پھر حضرت امام حسن نے کہا کہ میرا تو ذکر نہیں  
ہوتا۔ انہوں نے کہا یہ ایسا کیوں ہے۔ انہوں نے کہا کہ سارا معاملہ  
تو حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہ) پہ آ کے ختم ہو جاتا ہے۔ ہماری  
تو باری ہی نہیں آتی۔ بہر حال اس نے یہ ایک ضلع میں سنا۔ وہاں  
افسران بھی موجود تھے۔ وہ خاص محفل ہوتی ہے جب بھانڈوں کو موقع  
دیا جاتا ہے۔ یہ لطیفہ میں نے ویسے ہی سنایا۔

تو اس میں یہ ”تشریف لانا“ جو کہا گیا ہے، یہ میلادِ پاک کی  
طرف اشارہ ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ گونگے اور اندھے ہو کر

مسلمان میری آیتوں میں نہیں جاتے۔ (وہ) تدبیر کرتے ہیں، تفکر کرتے ہیں۔ نادر نکتے نکالتے ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو شریعت میں لفظ اجتہاد نہ ہوتا۔ یہ ایک فقہی اصطلاح ہے۔ جو مسئلہ قرآن شریف میں نہ ملے، حدیث شریف میں نہ ملے، کسی میں نہ ملے تو آئمہ اور علماء کرام بیٹھ کر مسئلہ کا حل نکالتے ہیں۔ اس طرح دیانتداری سے، امانتداری سے، اللہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے اور دین کی حد و وسعت کا خیال کرتے ہوئے وہ جو مسئلہ نکالا جاتا ہے، اس کو اجتہاد کہتے ہیں، اور اس اجتہادی مسئلہ میں کوئی غلطی بھی ہو جائے، تو اس کی پکڑ نہیں ہوتی، کیوں کہ انسان خاطر ہے۔ خطا اور غلطی کا پتلا ہے۔ اتنی کوشش کے پیش نظر اسکی دیانتداری میں شبہ نہیں۔

تو بہت لطیف اشارہ ہے یہ ”تشریف لائے“ والی بات۔ مطلب یہ ہے کہ یہاں ولادت کا ذکر ہے۔ تشریف لانا، یعنی آپ کی ولادت ہوئی۔ اس دنیا میں مبعوث ہوئے، جلوہ گر ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد کروانا یہ سنتِ الہیہ بھی ہے، سنتِ انبیاء بھی۔

جب اپنی باری آتی ہے تو پھر ان مولویوں کو، ان پیروں کو دکھیں۔ کیا کچھ نہیں ہوتا۔ عزیزانِ من! پہلے یہ سن لو جو میں کہنے

لگا ہوں۔ میں نے اپنے سر کے بال دھوپ میں سفید نہیں کئے  
 ہیں۔ میں اپنی جوانی میں ایک پریکٹیکل شخص تھا۔ میں نے ہر جماعت  
 میں حصہ لیا۔ جب تم اندر جاؤ گے، تو تمہارے اندر اگر رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرا بھی محبت ہوگی، تم فوراً ان کو پہچان جاؤ گے۔  
 عزیز من! جب دل کے اندر دین کا نشہ ہو تو لباس بے شک  
 فرحگی ہو لیکن انسان مست الست رہتا ہے

جتنے بھی اکابرین ہیں، میں ان سے ایک دفعہ کوشش کر کے  
 مل ضرور لیتا ہوں۔ یاد رکھو، کتابیں پڑھنے سے کتابیں لکھنے والے  
 کا علم نہیں ہوتا۔ اسی لئے قرآن پاک اور حدیث شریف وغیرہ یہ  
 سب علم حاصل کرنے کے بعد فقیر طریقت کی طرف آتا ہے۔  
 یہ جو کہا جاتا ہے کہ ان کو شریعت کا کچھ پتہ نہیں، غلط ہے۔ کہنے  
 والوں کو یہ معلوم نہیں کہ وہ پہلے شریعت کا علم حاصل کرتے ہیں۔  
 مثلاً وہ درس قرآن اور درس حدیث بھی دیتے رہے ہیں،  
 اور پھر جب دل کی دنیا بدلی، تو مولوی شریف علی سے بوعلی  
 قلندر بنے۔

یاد رکھو، عالم علم کی قید میں رہتا ہے، اور فقیر علم کو اپنی قید  
 میں لاتا ہے۔ اس لئے فقیر مودب رہتا ہے اور عالم کسی وقت  
 بھی بے ادب ہو سکتا ہے۔

آخر کی بات ہے کہ اسلام جمہوریت کو نہیں مانتا؟ اس لئے  
 کہ اس میں حاکمیت (ساورنٹی) آدمی کی گنی جاتی ہے۔ اور اسلام میں  
 حاکمیت (ساورنٹی Sovereignty) اللہ جل شانہ کی ہے۔

Allah is The Supreme, not the man.

While in democracy, man is the sovereign.

اللہ حاکم اعلیٰ ہے، انسان نہیں۔ اور جمہوریت میں انسان حاکم ہے۔  
 یہاں قانون انسان کے تابع ہے اور وہاں انسان قانون کے تابع  
 ہے۔ بڑا واضح فرق ہے۔

تو عزیزان من! یہ بات بیچ میں آگئی۔ اگر آپ کلام پاک  
 دیکھیں تو تمام کلام پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت سے بھرا ہوا  
 ہے۔ اسی لئے اللہ جل شانہ نے جو ارشادات فرمائے ہیں، وہ میں  
 بیان کر رہا تھا۔ تاکہ آپ دیکھیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 عظمت اور شان کتنی بلند ہے۔ کلام پاک سے زیادہ کوئی مستند  
 چیز نہیں ہے۔ یہ اللہ کا کلام ہے اور اللہ سے بڑھ کر کوئی ہستی  
 نہیں۔ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں: ”اے محبوب تمہاری جان کی قسم  
 بے شک یہ لوگ اپنے نشہ میں بہک رہے ہیں“ پھر فرماتے  
 ہیں: ”جن خطابات سے ایک دوسرے کو معمولی طریقہ سے پکارتے  
 ہو، حضور کو نہ پکارو، ورنہ تمہارے اعمال غارت ہو جائیں گے اور

تم کو خبر بھی نہ ہوگی، یاد رکھو، اعمال کا ضائع ہونا کفر ہے۔  
 پھر فرمایا: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ - یہ خطاب اللہ تعالیٰ نے اپنے

حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو کس کس طریقہ سے کیا۔ ملاحظہ ہو:  
 يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ - يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ - يَا أَيُّهَا الْمُرْسَلُ  
 يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ - تمام کلام پاک تلاوت کر لیجئے۔ معنی پڑھ  
 لیجئے۔ کسی جگہ بھی بشر یا آدمی وغیرہ کہہ کر نہیں پکارا۔ اگر پکارا تو  
 بس ان خطابوں سے پکارا۔

پھر فرمایا: اور ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر سارے جہانوں کے  
 لئے رحمت بنا کر، پھر تو شرم آنی چاہیے ان لوگوں کو جو یہ کہتے ہیں  
 کہ ہم میں اور ان میں کیا فرق ہے۔ ہم بھی بشر ہیں (نعوذ باللہ)  
 وہ بھی بشر ہیں۔ اے تم تو ایک کو نجات نہیں دلا سکتے۔ تم تو مخلوق  
 کے لئے رحمت بنے ہوئے ہو۔ اور وہ پورے عالم کے لئے ہیں۔ ہندو  
 سکھ، چاہے کوئی بھی ہو، تمام عالمین کے لئے ان کو رحمت بنا کر اللہ تعالیٰ  
 نے بھیجا۔

پھر فرمایا کہ رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا  
 کہ تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ پھر فرمایا: نبی، مسلمانوں کے، ان  
 کی جانوں سے زیادہ مالک ہیں۔ اور ان کی بیویاں، یعنی نبی کی بیویاں  
 مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ اور یہ چیز منسوخ نہیں ہوئی۔ کلام پاک



میں موجود ہے۔ شیعہ بھی وہی کلام پاک پڑھتے ہیں۔ پھر بھی  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج کو گالیاں تک نکالتے ہیں  
 (نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ)

جو چیز صاف ہے، جو چیز کلام پاک سے ثابت ہے یا حدیث  
 شریف سے ثابت ہے، اس کے بعد سو لوی، مجتہد یا مُلا کا کیا دخل  
 ہے۔ کچھ اپنی عقل سے بھی کام لینا چاہیے۔ اس میں بھی تھوڑا سا  
 نور ہونا چاہیے۔

پھر فرمایا: "اے نبی کی بیویو! تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو  
 اور پھر فرمایا: "نہ کسی مرد، نہ کسی مسلمان عورت کا حق ہے جب  
 اللہ اور رسول کچھ حکم فرمائیں۔"

His word is final, His judgement is final

(ان کا کہا حرفِ آخر ہے۔ ان کا فیصلہ آخری ہے)۔ کوئی شخص  
 ان سے سوال نہیں کر سکتا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہے۔  
 اور ان کا فیصلہ اللہ کا فیصلہ ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہرگز  
 نہ فرماتا: "اطاعت کرو اللہ کی، اطاعت کرو رسول کی" اور یہ دونوں  
 چیزیں ساتھ ساتھ نہ رہتیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "فَاتَّبِعُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ"  
 اے دیکھنے والو، عبرت پکڑو۔ دنیا کو دیکھو، بد عقیدہ لوگوں کو دیکھو تو

عبرت پکڑو۔ اگر تم اپنی اصلاح نہ کرو، اگر تم اپنے ایمان کی حفاظت نہ کرو، ان سے بچنے کی کوشش نہ کرو۔ بس الٹا اپنا ایمان دیدو۔ تم دنیا کے چار پیسوں کی اپنی تجارت کے اندر چالیس سو مرتبہ ضرب تقسیم کرتے ہو کہ کہیں چار آنے کا نقصان نہ ہو جائے، چاہے اس میں چھ دن لگ جائیں۔ دین تو اتنا آسان ہے۔ مگر تمہارے نزدیک یہ آخرت، عاقبت، اور قبر، یہ کوئی چیزیں نہیں۔ یہ موت، کیا اس سے سابقہ نہیں پڑے گا۔ جس چیز کو فنا ہونا ہے، اس کی آبادی اور آسائش کے لئے تو اتنی کوشش، اور جو بچا ہے، جسے ہمیشہ رہتا ہے، اس کی طرف سے منہ پھیر دیا۔ اور پھر وقتاً فوقتاً کھڑے ہو کر نماز پڑھ کے اللہ پر احسان جتایا۔

پھر فرمایا: ”بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی بہتر ہے۔“ یہ کلام پاک میں اسوۂ حسنہ کے الفاظ ہیں۔ ماڈل آف لائف۔ کہا یہ نمونہ ہے۔ اور وہ نمونہ کیسا مقدس نمونہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کی ہر جہت میں کام کر کے دکھایا۔ تلوار بھی اٹھائی۔ مزدوری بھی کی۔ مصینیں بھی اٹھائیں، تکلیفیں بھی اٹھائیں۔ میں مولویوں سے پوچھتا ہوں، تم تو سنت سنت کرتے ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت خانے میں دو دو مہینے آگ نہیں جلی۔ دو دھوا اور کھجور پہ گزارہ کر لیا، یا صرف پانی سے کھجور کھا لیا۔ مجھے ایک مولوی بتا دیکھئے احتیاطاً۔

ایک پیر بتا دیجئے، جو ایسا کرتا ہو۔

فرمایا: ”بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی بہتر ہے اس کے لئے جو اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا اور اللہ کو بہت یاد کرے، بے شک اللہ راضی ہو ایمان والوں سے جب وہ اس درخت کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے۔“

بیعت سنت نبوی ہے، اور یہ وہیں سے چلی آرہی ہے۔ یہ خلفائے راشدین نے بھی لی ہے اور اس کے بعد بھی۔ تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے، تو ان پر ایمان اتارا، سکینہ اتارا۔ اور جلد آنے والی فتنہ کا انعام دیا۔

پھر فرمایا: ”اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سنتا اور جانتا ہے۔ اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے نبی سے،“ نبی اس کو کہتے ہیں جو غیب کی خبریں دے، اور ان کے حضور چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ چلا تے ہو کہ کہیں (غور سے سننا) تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں، ضائع نہ ہو جائیں، اور تمہیں خبر نہ ہو۔“

پھر فرمایا سورہ نجم کے اندر۔ یہ وہ سورہ شریف ہے جو تقریباً ساری سورہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ہے۔ اس کی ہر آیت

تقریباً۔ فرماتے ہیں: ”وہ کوئی بات ہی اپنی خواہش سے نہیں کرتے“  
 اس سورہ میں آگے فرمایا: ”پھر وہ جذبہ نزدیک ہوا اور پھر خوب  
 اتر آیا۔ اس جذبے میں اور محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ تھا، بلکہ اس  
 سے بھی کم“ اب وحی فرمائی اپنے بندے کو۔ جو وحی فرمائی یہ ایک راز  
 ہے۔ اور یہ راز ہی رہے گا۔ دوست نے دوست کو کیا کہا۔ محب  
 نے محبوب کو کیا کہا۔ عاشق نے معشوق کو کیا کہا۔ یہ کون جانے۔ یہ  
 ایک رمز ہے۔

پھر فرمایا: ”آنکھ کسی طرف نہ پھری، نہ حد سے بڑھی“ اس کو  
 اگر سمجھنا ہو تو یوں سمجھو کہ ذرا بھونچال یا غیر معمولی سی کوئی چیز ہو تو آپ  
 کو ایک دفعہ لرزہ آجائے گا۔ تو پھر غور کرو کہ جلوہ ذاتِ باری موجود ہو،  
 اور اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ آنکھ تک نہ پھری،  
 کوئی جنبش نہ ہوئی اور نہ حد سے بڑھی والی بات ہوئی، تو یہ کمال ہے  
 کہ نہیں۔ اور اس کمال کی تعریف کس کو جاتی ہے۔ اللہ جل شانہ کو۔  
 جس نے اتنا عظیم شہکار نور بنایا۔ اور وہ نور جو سب سے پہلے تخلیق  
 کیا گیا۔ تو گویا اس وقت نور نے نور کو دیکھا۔

عزیزانِ من! جی چاہتا ہے کہ کچھ اور کہوں، لیکن حدیث شریف  
 میں ہے: ”ہر شخص کی عقل کے مطابق بات کرو، اس لئے اس پہ  
 میں زیادہ تفسیر نہیں کرتا۔“

تو کلام پاک سے یہ کچھ ترجمے میں نے بیان کئے ہیں، تاکہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور شان سے آگاہی پائیں۔ جب انسان آگاہی پا جاتا ہے، تو پھر اس میں مادہ جستجو پیدا ہوتا ہے۔ معلوم کرنے کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ جب معلوم کرنے کی سعی کو شش ہوتی ہے، تو مقصود پا جاتا ہے جب مقصود پا جاتا ہے، تو وہ دنیا سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اور اس کے ہر کام میں صدق اور سچائی ہوتی ہے۔ اس میں کوئی دھوکہ نہیں ہوتا۔ یہ نہیں کہ آج کچھ کہتا ہے، کل کچھ کہتا ہے۔

یاد رکھو، جسم پہ اگر سانپ ڈس جائے تو اس کے زہر کا علاج ہے، وہ Anti-Venom Serum ہے۔ یہ سیرم سانپ سے ہی نکالتے ہیں۔ اسی کا ٹیکہ لگاتے ہیں۔ اور زہر ٹھیک ہو جاتا ہے۔ مگر روح کے اندر اگر زہر سرایت کر جائے، تو پھر اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ اس لئے عقیدہ کی حفاظت کرو۔

منافق کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی نماز بھی پڑھتا ہو، روزے بھی رکھتا ہو، اور اگر یہ باتیں بھی اس میں ہوں تو وہ منافق ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ لوگ بڑی اچھی اچھی کلام پاک پڑھیں گے، بڑی خوش الحانی سے۔ یہ سب کچھ ہوگا، مگر کلام پاک ان کے حلق سے

نیچے نہیں اترے گا۔

تو عزیزانِ من! اپنے دین کی حفاظت کرنا آپ پر فرض ہے۔ اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب دین کا علم حاصل کرو یا کسی کی صحبت میں بیٹھو تو پہلے یہ معلوم کر لو کہ میں کسی نیک برحق انسان کی صحبت میں آیا ہوں یا کسی ڈاکو کے پاس۔ تاکہ تمہارے دین پہ ڈاکہ نہ پڑ جائے۔

میں نے سیدھی باتیں بتائی ہیں میرا مقصود یہ نہیں کہ کسی شیعہ کو سنی بناؤں۔ یا کسی قادیانی یا کسی اور کو۔ میری بلا سے میں نے تبلیغ کرنے والوں سے کہا کہ 'کیا ہم یہ ہی چڑھائی کرتے ہو۔ ہم تَوَلَّوْا اللّٰهَ اِلَّا اللّٰهَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) سچے دل سے پڑھتے ہیں۔ اور جب پڑھتے ہیں تو رونگھٹے بھی کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہم تو ایمان کے کھونٹے پہ بندھے ہوئے ہیں، بھاگتے نہیں۔ وہ جو بھاگے ہیں ان کو تو لاڈ۔ کہا جاتا ہے کہ یورپ میں ہزاروں مسلمان ہو رہے ہیں، لیکن کسی نے یہ بھی دیکھا ہے کہ پاکستان میں مسلمان کس ریٹ سے عیسائی ہو رہے ہیں۔ اگر یہی رفتار رہی تو ایک دن تم اقلیت میں ہو جاؤ گے، کیونکہ یہ ڈیموکریسی ہے، یہ جمہوریت ہے۔ تمہارے قانون میں کہیں نہیں لکھا تھا کہ عورت سربراہ نہیں ہو سکتی۔ جب اس موضوع پر جھگڑا شروع ہوا تو انہوں نے کہا کہ قانون میں یعنی آئین

میں دکھا دو کہ منع ہے۔ یہیں وہ نہیں دیکھائے۔

ایران میں شیعوں نے اپنے آئین میں واضح طور پر یہ رکھا ہوا ہے کہ کوئی سنی یا غیر شیعو سربراہ مملکت نہیں بن سکتا۔ تہران میں پانچ لاکھ سنی مسلمان ہیں، ان کی ایک بھی مسجد بھی نہیں ہے، جانتے ہو؟ لیکن تمہیں ضرورت بھی کیا ہے۔ تم ریسرچ اسکالر نہیں ہو۔ ایران نہیں گئے ہو۔ جاؤ۔ جا کے سفر کر کے دیکھو۔ وہاں گرد و آلودگی بھی ہے، مندر بھی ہیں، گرجے بھی ہیں، محوسیوں کے آتش خانے بھی ہیں۔ سب کچھ ہے۔ اگر نہیں ہے تو وہ اہل سنت و الجماعت کی مسجد ہے۔ چنانچہ سنی تہران عید کی نماز اکٹھے ایک پارک میں پڑھتے تھے، خمینی صاحب جب آئے، تو اس پارک پہ پہرہ بٹھار دیا۔ پھر وہ پاکستان ایبوسی میں جا کے نماز پڑھنے لگے۔ وہاں کتنی سی جگہ ہو سکتی ہے، پانچ لاکھ کی تو نہیں ہو سکتی۔

میں یہ آپ کو صرف مثلاً بتا رہا ہوں۔ مولوی جو ہیں، ان کی باتیں آپ کو کیا معلوم۔ جب اپنی بات آتی ہے، تو ہر چیز جانتے۔ اب میں جو بات کہنے جا رہا ہوں، اس سے تمہارا دل دہل جائے گا۔ سنو۔

طائف سعودی عرب میں ہے۔ یہ ایک پہاڑی علاقہ ہے۔

صحت افزاء مقام ہے۔ یہاں پر چند سال ہوئے اسلامی کانفرنس منعقد ہوئی۔ آپ کو پتہ ہے کہ اس کے لئے کتنے کھانے پکے۔ یہ اخبار میں بھی آیا۔ ہزار قسم کے کھانے پکے۔ یعنی اس کانفرنس کی اتنی خوشی منائی گئی۔ مگر میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کی خوشی پر ان کے پیٹ میں درد پڑ جاتا ہے۔ رسالہ میں نوٹ بھی آ گیا۔ کہیں تو مولوی صاحب ترجمہ بھی کرتے قرآن شریف کا۔ مگر ذرا سا آپ اٹھا کر دیکھیں تو صحیح۔ لیکن دل میں تو خبس ہے۔ وہ وہاں بیت تو نہیں جا سکتی۔ یہی وہابی قوم تھی، جن کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سے فتنہ ہوگا۔ یہی ہیں جو گنبد خضرا پہ چڑھے اسے شہید کرنے کے لئے۔ یہی ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی ہر چیز کو لوٹا۔

تو عزیزانِ من! میں آگے چل کے یہ ذکر کروں گا۔ اس وقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کلام پاک سنا آپ نے۔ حدیث شریف بھی سنی۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے بارے میں کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو کیا قوت عطا کی ہے۔ جب کسی شخصیت سے آگاہ ہو جاؤ گے، تو ان



سے لگن بھی ہو جائے گی۔ جب لگن بڑھے گی تو ایک محبت  
 سی ہو جائے گی، جب محبت میں شدت پیدا ہوگی تو اسی کو عشق  
 کہتے ہیں۔ اور عشق کے بائے میں ایک شاعر نے جو کہا ہے، اس  
 سے بہتر بیان نہیں ہو سکتا۔ وہ کہتا ہے ے

عشق کہتے ہیں شاید اسی کو

خود بخود ایک شخص دل میں سما بیٹھا

جب یہ کیفیت ہوتی ہے تو کسی کی طرف آنکھ اٹھانے کو جی  
 نہیں چاہتا۔ جی جو ہے وہ ہر وقت اپنے محبوب کی صورت اپنے  
 سامنے رکھے ہوئے ہوتا ہے۔ یہ مراقبہ اور یہ شغل جو ہیں یہ  
 باطن کی راہیں ہیں۔ اور مراقبہ میں ایک کمالیت پیدا ہوتی ہے۔  
 یعنی استغراق۔ اور وہ اس قدر ہوتی ہے کہ آنکھ بند ہوتی ہے۔  
 اور سوائے دوست کے کوئی چیز سامنے نہیں ہوتی۔

پھر وہ کہتا ہے ے

صد کتاب و صد ورق در نار کن

روٹے دل را سوئے دلدار کن

یعنی سوکتا ہیں یا جتنی جہمی ہیں، ان کو آگ میں ڈال مگر اپنے

دل کا چہرہ اپنے دلدار کی طرف کر۔

پھر مراقبہ سے سراٹھانا اس کے بس کی بات نہیں رہتی۔ جب

وہ مقام فنا ہیت کی طرف جانے لگتا ہے۔ گفٹوں آنکھ بند رہتی ہے۔ اسی پہ تو کہا گیا ہے کہ دیکھ کر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ زندہ ہے یا مُردہ۔ اس کے اندر سانس چل رہا ہے کہ نہیں۔ اسی کے لئے کہا ہے

بند تھیں آنکھیں کسی کی یاد میں  
موت آئی وہ بھی دھوکہ کھا گئی

تو عزیزانِ من! وہ تو کمالات ہیں، وہاں تک مت جاؤ، مگر لگن تو پیدا کرو، لگاؤ تو پیدا کرو، ادب تو پیدا کرو، دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک جھکاؤ تو پیدا کرو، تاکہ جب دُرو و شریف پڑھو تو اس میں کچھ چاشنی تو ہو۔ تمہیں اس سے ایک لذت آئے، ایک حضوری آئے، ایک کیف و سرور آئے، ایک نور پیدا ہو۔ پھر تمہیں پتہ چلے گا کہ تم نے عمر گنوائی ہے یا نہیں گنوائی ہے۔ اگر گنوائی ہے تو پھر اس کا ماتم کیسے کرو گے۔ گیا ہوا وقت کیسے لاؤ گے۔ جب یہ صورت پیدا ہوگی تو سمجھ لیں کہ آپ کا ایمان جو ہے، وہ کامل ہے۔

یاد رکھو، دو چیزیں ہیں۔ ایک معجزہ ایک کرامت۔ معجزہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو عطا کرتا ہے اور کرامت اپنے ولیوں کو عطا کرتا ہے۔ نبی جس وقت چاہیں، جو معجزہ انہیں عطا کیا ہوا

ہے، وہ دکھا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ طاقت عطا کی ہوئی ہوتی ہے بھلا یہ کیوں؟ یہ اس لئے کہ نبی دعویٰ کرتا ہے کہ ”اے لوگو! میں اللہ کا نبی ہوں، پیغام لے کر آیا ہوں،“ تو لوگ کہتے ہیں۔ ثبوت! یعنی وہ ثبوت مانگتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فلاں معجزہ عطا کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں ”دکھاؤ“ اور وہ دکھا دیتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں ولی دعویٰ نہیں کرتا۔ نبی دعویٰ کرتا ہے، اور جب لوگ ثبوت طلب کرتے ہیں، تو نبی بر ملا کہتا ہے، کہو، کیا دیکھنا چاہتے ہو؟ دیکھو یہ میرا معجزہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کیا ہے۔ میں دکھا سکتا ہوں یہ معجزہ۔ جب وہ کہتے ہیں تو نبی معجزہ دکھا دیتے ہیں۔ لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ لوگ ایمان لانے کی بجائے جھٹتیں اور دلیلیں نکالتے ہیں۔

اصولاً تو معجزہ دیکھنے کے بعد ایمان لانا چاہیے۔ اپنے رب کے سامنے سر کو جھکانا چاہیے اور انہیں اپنا بھولا ہوا سبق یاد آنا چاہیے۔ مگر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”ہم نے اسے ایک نحقری ہوئی بوند سے پیدا کیا۔“

We have created him from small life germ,  
and now he is openly disputing with Us.

ہم نے اسے ایک نحقری ہوئی بوند سے پیدا کیا، اور یہ ہمارے سامنے

کھلم کھلا بغاوت کرتا ہے۔

جتنے بھی نبی آئے، اللہ تعالیٰ کا پیغام لائے۔ یہ پیغام جب سنایا تو لوگوں نے ان کا مذاق اڑایا۔ ٹھٹھا کیا انہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ایک جگہ فرماتا ہے: **يَا حَسْبُكَ عَلَىٰ عِبَادٍ مِّنْ يَّاتِي عِ مِن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهٖ اسْتِنَاعًا**... الخ۔ اے بندہ! افسوس ہے تم پر، جب بھی ہماری طرف سے رسول آئے، تم نے ان کا مذاق اڑایا۔

عزیزانِ من! ولی کو کرامت عطا ہوتی ہے، وہ اپنی مرضی سے نہیں دکھاتا۔ ہاں، جذب کی حالت میں، یا کسی اضطراری حالت میں ہو، جب اسے اختیار نہ ہو، اور بے خودی کی حالت میں اس سے سرزد ہو جائے۔ مگر وہ سرزد جو ہوتی ہے، وہ حکمِ ربّی سے ہوتی ہے، اذنِ ربّی سے ہوتی ہے۔ ورنہ ولی جب تک ہوش و حواس میں رہتا ہے، اس چیز کو چھپائے رکھتا ہے اور اس طاقت کو کبھی ظاہر نہیں ہونے دیتا۔ بعض اوقات وہ ذلت قبول کر لیتا ہے مگر اس راز کو راز ہی رکھتا ہے۔

ایک ایک وقت میں کئی نبی ہوئے۔ ان کو مختلف معجزے عطا ہوئے اور مختلف تعداد میں۔ کسی کو ایک، کسی کو دو۔ اور روایت ہے کہ سب سے زیادہ معجزے سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئے۔ ان معجزوں کی تعداد ۹ (نو) بتائی جاتی ہے مگر ہمارے

پیائے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سرپا معجزہ تھے۔ تمام معجزے عطا ہوئے۔ اور کفار نے جس کا بھی مطالبہ کیا، آپ نے وہی معجزہ دکھایا۔ کفار نے کہا چاند کے دو ٹکڑے کر دیں۔ آپ نے انگشت مبارک چاند کی طرف کی تو وہ درمیان سے چیرا گیا۔ وہ لکیر چاند کے درمیان میں آج بھی قائم ہے۔

روایت ہے کہ کچھ عرب سوڈا گر ہندوستان آئے۔ ایک ہندو را جا جو غالباً ٹراونکور کا تھا، انہوں نے اس کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات بیان کیں، اور شق القمر یعنی چاند کو چیرنے کا معجزہ سنایا، تو اس نے کہا، میں اس رات جاگ رہا تھا۔ میں گیان دھیان میں تھا۔ میں رب کی، پرما تما کی تسبیح کر رہا تھا۔ عبادت کر رہا تھا۔ میں اس چیز کا گواہ ہوں۔ میں نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا۔ میں نے اندھیرا بھی دیکھا، کیونکہ اندھیرا چھا گیا۔

پھر روایت ہے کہ جب اس نے سنا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں پہنچنے کی اس کے دل میں ایک تڑپ پیدا ہوئی۔ وہ تخت و تاج چھوڑ کر سفر پہ روانہ ہو گیا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالْقَوَابِ ہم ایمان کی قدر کیا جائیں۔ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر کیا جائیں۔ محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک طرف، اکثر لوگ تو صرف

کلمہ ہی جانتے ہیں۔ اور اکثر سورۃ فاتحہ شریف اور سورۃ اخلاص  
 تاکہ جمعہ، عید، بقر عید کی نماز پڑھ سکیں۔ ایمان کی قدر تو ان  
 غیر مسلمانوں سے پوچھئے جنہوں نے حق کی تلاش میں جگہ جگہ کی خاک  
 چھان ماری، اور اللہ تعالیٰ نے ان پر کرم فرمایا، اور کسی مقبول شخص  
 کے ہاتھوں ان کو مشرف بہ اسلام کیا۔

یہ میری محترمہ، گرامی قدر، رابعہ قلد ررہ جو یہاں بیٹھی  
 ہوئی ہیں یہ عیسائی مذہب سے تعلق رکھتی تھیں۔ یورپین نژاد  
 ہیں، اور عیسائی مذہب میں بھی رومن کیتھولک، نہایت  
 ہی کٹر "Most Orthodox" سے تعلق رکھتی تھیں، لیکن  
 اپنا گھربار، عزیز واقارب سب چھوڑ دیئے۔ یہ خود چھ زبانوں پر  
 عبور رکھتی ہیں۔ چھ زبانیں بول سکتی ہیں، پڑھ سکتی ہیں اور ان میں  
 تقریر کر سکتی ہیں۔ کبھی آپ نے ان میں غرور، انا یا کوئی ایسی چیز  
 دیکھی۔ ان کا حسن اخلاق دیکھا۔ یہ کس طرح گفتگو کرتی ہیں۔ اس لئے  
 کہ یہ دین کے اندر داخل ہوئیں اور دین ان کے اندر داخل ہو گیا  
 ہے۔ کلام پاک کے جتنے بھی ترجمے ہیں وہ ان کی لائبریری میں موجود  
 ہیں، اور جننی تفسیریں ہیں، ان کے پاس موجود ہیں۔ اور تصوف  
 یہ بعض ایسی کتابیں ہیں، جن کو اچھے اچھے صوفی نہیں جانتے۔ میں  
 نے جب ایک کتاب، خصوصاً حکمت کا ذکر کیا، تو مجھے کہنے لگیں،

”میں لادوں؟“ میں حیران رہ گیا۔ میں نے کہا: ”آپ کے پاس یہ کتاب بھی ہے؟“ کہنے لگیں: ”جی“

جس مکان میں آپ اس وقت موجود ہیں، آج سے سات آٹھ سال پہلے، ایک بروکر نے اس مکان کو خریدنے کے لئے بہت بڑی قیمت لگائی۔ وہ آفس میں ملنا چاہتا تھا۔ انہوں نے کہا، ”دفتر میں تو نہیں، یہ باتیں گھر میں ہی ہو سکتی ہیں، گھر میں آئیے“ جب وہ آیا، بات ہوئی، تو انہوں نے کہا: ”میرے ساتھ آئیے“ یہ لوگ جس کمرے میں مطالعہ کرتے ہیں، عبادت کرتے ہیں،

اس کو اسٹڈی کہتے ہیں جسے ہم حجرہ کہتے ہیں۔ یہ اسے اپنے حجرے میں لے گئیں۔ پھر اس سے کہنے لگیں: ”یہ کمرہ دیکھئے۔ میں گزشتہ اٹھارہ برس سے رات کو یہاں اللہ تعالیٰ کی جناب میں حاضر ہوتی ہوں، عبادت کرتی ہوں، روتی ہوں۔ مکان اور کونٹھی کو چھوڑیئے۔ پہلے بتائیئے اس کمرے کی کتنی قیمت لگائیں گے“

یہ سن کر اس شخص کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ کہنے لگا: ”میگم صاحبہ، میں آپ کو صرف ایک یورپین میم سمجھتا تھا۔ صد افسوس کہ ہم نام کے مسلمان ہیں۔ آئندہ میں ایسی گستاخی نہیں کروں گا، آپ کے جذبات مجروح نہیں کروں گا“

عزیزانِ من! باپ مسلمان تھا، دادا مسلمان تھا، پڑدادا

مسلمان تھا۔ پیدا ہوتے ہی سنی کہلاتے گئے۔ جب میں نے ایک صاحب سے پوچھا آپ سنی کیوں کہلاتے ہیں؟ پھر دھری تھا، لہذا پھر دھری قسم کی بات کی۔ کہنے لگا: ”بس جی والد صاحب بھی کہلاتے تھے“ میں نے پوچھا: ”وہ کیوں کہلاتے تھے؟“ کہنے لگا: ”ان کے والد صاحب بھی سنی کہلاتے تھے“ میں نے کہا کہ: ”یہ سنی آخر کس جانور کا نام ہے، کیا بلا ہے یہ؟“ کہنے لگا: ”شاید سن سنا کے سنی ہو گئے“ میں نے کہا: ”ہاں، یہ بات سمجھ میں آتی ہے“

تو عزیزانِ من! جو علم آپ کو اپنے دل کی حقیقت سے آگاہ نہ کرے، جو آپ کو آپ کی حقیقت سے آگاہ نہ کرے، وہ کوئی علم نہیں۔ اس سلسلے میں جگر مراد آبادی نے کیا خوب کہا ہے۔

زمانے کی چھانی، تو کیا خاک چھانی  
جگر۔ دل کی خاک تو چھانی نہیں

ساری دنیا کو سبق پڑھاتے پھر رہے ہیں۔ یاد رکھو، انسان کو تبلیغ کرنے اور مبلغ بننے سے پہلے خود مبلغ بننا پڑتا ہے، اور جب خود مبلغ بننے میں کامیاب ہو جائے تو پھر اس کا حق ہے کہ تبلیغ کرے۔ اور انشاء اللہ اس کی زبان سے ایک جملہ بھی نکلا، تو وہ تیر کی طرح دوسرے کے دل میں پیوست ہو جائے گا۔ لیکن مسلمانوں کی اب کیا آنکھ کھلنی ہے جب دین



کی دولت ہی لٹ گئی ہے

وائے ناکامی، متاعِ کارواں جاتا رہا

قافلے کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

نفع نقصان کی جب بات ہو، تو آدمی دیکھتا ہے۔ بیلنس

شیٹ بن جاتا ہے یہاں تو جس گھر میں جاؤ، عجیب حال ہے۔

مجھے ایک صاحب کہنے لگے: ”آپ میرے گھر نہیں آتے“ میں نے

کہا: ”میں کیا آؤں“ کہنے لگے ”کیوں ہے“ میں نے کہا کہ: ”آپ

نے تو اپنے گھر کو بس اسٹینڈ بنا رکھا ہے“ پوچھا ”کیا مطلب“

میں سمجھا نہیں“ میں نے کہا: ”ایک داماد شیعہ ہے، ایک داماد

وہابی ہے، بیٹا پرویزی ہے، آپ خود پتہ ہی نہیں کیا ہیں، آپ

خود ابھی سیٹل ہی نہ ہو پائے ہیں۔ کبھی ایک قرآن شریف پڑھتے

ہیں، کبھی دوسرا پڑھتے ہیں اور کبھی تیسرے کا ترجمہ پڑھتے ہیں“

بڑے انداز سے کہنے لگے ”اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔

One should be broad-minded

(انسان کو آزاد خیال ہونا چاہیے۔)

میں نے کہا: ”I hate this broad-mindedness“

(مجھے نفرت ہے اس آزاد خیالی سے)

آپ کو یاد ہونا چاہیے کہ میں اس وقت ماڈرن تھا،

جب کوئی ماڈرن شخص گزرتا تھا، تو لوگ آنکھ اٹھا کر دیکھتے تھے۔ میں ۱۹۳۸ء میں سوٹ پہنتا تھا، اور وہ کالر، وہ بوز (BOWS) وغیرہ، وہ بٹن جو کہ کھل جاتا تھا، اور قمیض کے اندر آگے اور پیچھے سوراخ ہوتے تھے۔ وہ وقت میں نے دیکھے ہیں۔ لیکن سزا جسم پہ لباس اگر چہ فرنگی تھا، اور جسم نے وہ اثر قبول بھی کیا ہو، لیکن دل جو ہے، وہ ہمیشہ مدینے والے کی یاد میں رہا۔ اس مقدس یاد نے اس فقیر کو ڈوبنے نہیں دیا۔

ابھی چند سال ہوئے ہندوستان میں ہندوؤں کے ایک بہت بڑے پنڈت کو خواب میں ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے فرماتے ہیں، ”اٹھو، اور دین اسلام کی تبلیغ کرو،“ صبح اٹھتے ہی وہ مشرف بہ اسلام ہوا۔ کافی امیر آدمی تھا۔ ہندو مذہب پر پورا پورا عبور حاصل ہے۔ اب وہ تبلیغ اسلام کرتا ہے، اور دندنا کر کرتا ہے۔ اسے دھمکیاں ملی ہیں، ملتی ہیں، مگر نور ایمانی اسے منزلزل ہونے نہیں دیتا۔ وہ وہاں سے بھاگ کر پاکستان نہیں آیا، یا کسی اور ملک نہیں گیا۔ دولت ہے، اللہ تعالیٰ کا سب کچھ دیا ہوا ہے۔ جان کی بازی لگا دی ہے اس نے، کیوں کہ اسے حق مل

گیا ہے۔ جس نے حق دیکھ لیا، پھر جھگڑا کس چیز کا باقی رہنا ہے۔  
 یہ میں شیعہ حضرات سے کہا کرتا تھا کہ تم جھگڑتے رہو، نعوذ باللہ  
 مِنْ ذَالِكْ گالیاں بکتے رہو، لیکن حقیقت یہی ہے کہ چاروں  
 صحابہ (خلفائے راشدین) رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی حضور میں ہوتے ہیں۔ ایک نہیں، دو نہیں، بے شمار لوگوں  
 نے دیکھا ہے۔ جب دیکھ لیا، تو جھگڑا کس بات کا۔ مگر دیکھنے  
 کے بعد پھر بھی اکثر شیعہ گالیاں بکتے ہیں۔ البتہ کچھ شیعہ جنہیں میں  
 جانتا ہوں، خواب میں زیارت کرنے کے بعد صبح انہوں نے توبہ کی،  
 اور اپنے ماضی پر افسوس کیا۔ آج کل مسلمانوں کے سامنے جو  
 مصیبت ہے وہ یہ ہے کہ اتنے سائے فرقے ہیں اور ان میں  
 سے صرف ایک فرقہ ایسا ہے جو حدیث شریف کے مطابق نجات  
 پائے گا، باقی سب دوزخی ہیں۔

عزیزانِ من! یہ کتنی بدقسمتی ہے کہ ہم مسلمانوں کے اندر  
 بدترین دہریے، کمیونسٹ، سوشلسٹ اور مغربی تہذیب کے  
 اتنے دلدادہ لوگ ہیں کہ اسلام کا نام سننے کے لئے تیار ہی نہیں  
 ہیں، اور دوسرے مذاہب کے اندر ایسے ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں  
 نے اپنا مذہب تو نہیں چھوڑا، مگر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت  
 بھی لکھتے ہیں، انگریزی میں بھی اور ہندی میں بھی۔

میں ایک واقعہ سناتا ہوں جو چھ سات سال پہلے کا ہے۔  
 ہندوستان میں ایک ہندی شاعر ہے، جو زندہ ہے، اس کی بینائی چلی  
 گئی۔ جب ایک شخص حج پہ جانے لگا، تو اس شاعر نے اس سے کہا،  
 روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ جا کے میرا سلام کہنا اور کہنا کہ  
 فلاں چند جو ہے، ہندوستان میں فلاں جگہ کا رہنے والا جو آپ کی  
 نعت لکھتا ہے اور نعت گاتا ہے، وہ اپنی بینائی کھو چکا ہے۔ وہ  
 اپنی بینائی آپ سے واپس مانگتا ہے۔ بس میرا یہ پیغام پہنچا دینا، درخواست  
 ہے میری، چنانچہ وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا۔ جب  
 واپس آیا تو دیکھا اس کی بینائی آچکی تھی۔ ہندو شاعر نے کہا اب میں  
 بتاتا ہوں کہ تم نے کس وقت روضہ شریف پہ حاضری دی اور میرے  
 لئے دعا مانگی، پھر اپنی ڈائری نکالی اور اس میں سے وہ وقت  
 اور دن دکھایا۔

عزیزانِ من! جب انسان گرتا ہے تو عجیب عجیب قبیح  
 چیزوں کو بھی مانتا ہے۔ آپ دیکھیں، یہ آدمی کی فطرت ہے کہ مٹی لیتا  
 ہے، چھوٹا سا بت بناتا ہے، رنگ و روغن کرتا ہے، سامنے رکھتا ہے۔  
 پھر اس کو ”اے بھگوان، اے بھگوان“ کہہ کے پوجتا ہے۔ کیا وہ مٹی  
 کا بت یہ نہ کہتا ہو گا کہ اے بیوقوف انسان، میں تیرا خالق ہوں،  
 بھگوان ہوں، یا تو میرا خالق ہے یا بھگوان ہے!

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ فرعون اپنے باغ میں بیٹھا ہوا تھا شیطان نمودار ہوا۔ کہا یارب، کیا حال ہے؟ فرعون غرور میں آیا۔ سامنے انار کا پودا تھا۔ اس پر انار لگے ہوئے تھے۔ شیطان نے کہا: ”یارب، کچھ ہمیں بھی اپنی قدرت دکھا“ فرعون نے پوچھا ”کیا دیکھنا چاہتے ہو؟“ کہا: ”یہ انار ہے۔ یہ توڑ کر، اس کے قتلے کرتا ہوں اور آپ کے سامنے رکھتا ہوں، آپ اپنی قدرت سے اس انار کو پھر اسی طرح سالم کر دیجئے اور وہ خود بخود وہاں درخت پہ جا کے لگے۔“ فرعون کہتا ہے کہ ”یہ تو میں نہیں کر سکتا“ اس پر شیطان نے انار توڑا، ٹکڑے ٹکڑے کئے، فرعون سے کہا، ادھر دیکھو۔ اس نے نگاہ کی۔ انار ایک ہو گیا۔ بھیرنگاہ کی۔ جا کے درخت پہ لگ گیا، جیسے ٹوٹا ہی نہیں تھا۔ پھر فرعون کو کہنے لگا: ”اتنی قدرت رکھتے ہوئے، طاقت رکھتے ہوئے، کبھی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔ تم کچھ بھی نہیں رکھتے اور خدائی کا دعویٰ کرتے ہو۔“

تو عزیزانِ من! ہم اگر دنیا کے کسی آدمی کو دیکھ لیں کہ اس کی کوئی شان ہے، تو سو دفعہ جھک کے اسے سلام کرتے ہیں۔ صد افسوس کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہم اتنی دریدہ دہنی سے کام لیں، اتنی گستاخی سے کام لیں، متفقا عبرت ہے

مقام گریہ ہے۔ ڈوب مرنے کا مقام ہے۔

تو صرف ایک فرقہ ایسا ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق نجات پائے گا۔ مصیبت تو یہ ہے کہ فرقوں کے لوگ جو ہیں وہ زیادہ تر ناخواندہ ہیں، ان پڑھتے ہیں۔ ہمارے ملک میں دیکھئے صرف بیس فیصدی لوگ خواندہ ہیں، باقی اسی فیصدی ناخواندہ ہیں۔ ان سے آپ کیا توقع کر سکتے ہیں۔ اگر ان کو گمراہ کرنا ہو، تو یہ کوئی زیادہ مشکل نہیں۔ انہیں قرآن پاک اور حدیث شریف کا تو سرے سے علم ہی نہیں۔ لہذا سب فرقوں کے لوگ، چاہے دیوبندی ہوں، بریلوی ہوں، اہل حدیث ہوں، پیرویزی ہوں، یا کوئی بھی ہوں، اپنے اپنے مولویوں کے ہاتھ پر عمالی بنے ہوئے ہیں، ڈاکو جو بے غمساں بنا کے لے جاتے ہیں تو Ransom (تاوان) میں نقدی مانگتے ہیں۔ اور یہ جو پر عمالی بناتے ہیں، تاوان کا Ransom (تاوان) یہ ہے کہ اپنا دین ہمارے حوالے کر دو۔ کورے ہو جاؤ۔ اب جو ہم کہیں وہ حق ہے، جو اللہ اور رسول کہیں، اس کے متعلق تم فکر نہ کرو۔ ہم یہ بھروسہ کرو۔ جب یہ صورت ہو، تو انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم، یا ان کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، یا اقبہات المؤمنین کی ناموس کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔ انہیں بس اپنے مولوی یا مجتہد کی پرواہ ہوگی، اور ان کی عزت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر اور ان سب

کی عزت پر ترجیح دیں گے۔

تو وہ لوگ بیچارے، جنہیں علم نہیں ان فرقوں میں، ان کا کیا تصور؟ تصور تو ان لوگوں کا ہے، جو کہ سیلوں پہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان بیچاروں کو تو بُرا بھلا مت کہو، یہ تو بیچارے سب پکڑے گئے ہوئے ہیں۔ ایک لام بندی تھی۔ فوج والے پکڑ کر لے گئے۔ وہ اپنی عقل سے کام نہیں لیں گے۔ وہ بات تو بالکل سیدھی اور صاف ہے۔ وہ مولوی اور مجتہد صاحب اگر کہہ دیں کہ ایسے نہیں بلکہ ایسے ہے، تو وہ یرغمالی آمنہ صدقنا ہی کہے گا۔ مثلاً قرآن مجید میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو ”مومنوں کی ماں“ کہا گیا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان بیان ہوئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب ازواج مطہرات جو حیات ہیں اور آپ کے عقد میں ہیں، کسی کو طلاق نہیں دی۔

مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کی ایک صاحبزادی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں۔ یہ کہنا کہ وہ نکاح جبراً پڑھایا گیا تھا، تو وہ شیر خدا کیونکر ہوئے۔ وہ معرکہ خیبر کے فاتح کیسے ہوئے۔ اگر نعوذ باللہ وہ اتنے ڈرپوک تھے کہ اپنی بیٹی کی عصمت کی حفاظت نہ کر سکے اپنی جان کے خوف سے، تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار مبارک ذوالفقار کی عطا کے کیسے مستحق ہوئے۔

پھر تو سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ ان سے زیادہ بہادر نکلے۔  
اور بھی کتنی چیزیں ناقابل تردید ہیں۔

اللہ تعالیٰ تو کہتا ہے کہ ”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ“ اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو  
جہانوں کے لئے رحمت بنا کے بھیجا۔“

یاد رکھو کہ جب کوئی مسئلہ یا قرآن شریف کا ترجمہ یا تفسیر  
اس طرح نکالی جائے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا پہلو  
نکلتا ہو، یا اللہ جل شانہ کی شان میں گستاخی ہو، یہ کفر ہے۔ اس  
میں تمام علماء حق کا اجماع ہے، اتفاق ہے۔ کوئی اختلاف نہیں  
ہے۔ یہی دیکھ لو کہ ان کے مُنہ کتنے پھٹے ہوئے ہیں، انکی ہمتیں  
کتنی بڑھی ہوئی ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ان کے جو معتقدین ہیں  
ان کا حال بکریوں اور بھٹیڑوں جیسا ہے۔ جدھر مرضی ہے بھج دیں  
ان بیچاروں کو کیا پتہ۔

مولانا حسین احمد مدنی کے بارے میں ان کا شاگرد بے خود  
ہو کے ان کے آبائی قصبے کا نام لے کر کہتا ہے کہ اس قصبے میں  
۲۳ برس رہا اور اس کی گلیوں میں اداس پھرتا رہا مگر کسی کو خبر  
نہ ہوئی۔ کہیے کیسے رہی۔ جب اپنے استاد کی شان بیان کریں، تو  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کو بھول جاتے ہیں۔



مولوی انشرف علی نھانوی کہتے ہیں کہ نماز میں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال بھی آجائے تو (نعوذ باللہ من ذالک) گدھے اور بیل سے بدتر ہے۔ اور جب انہی کا مرید ان کو لکھتا ہے کہ ”حضور، ہر وقت آپ کا خیال آتا ہے، حتیٰ کہ نماز میں بھی آپ سامنے ہوتے ہیں، تو جانتے ہو کیا جواب دیا جاتا ہے؟ جواب یہ جاتا ہے کہ ”یہ تمہاری محبت ہے“ کہو کیسی رہی۔ یہ عالم دین ہیں یا ظالم دین۔

ایک صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ یہ اگر نیت کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کی زیارت کریں تو یہ ٹھیک ہے! میں نے پوچھا: ”کیوں، اس میں کیا شک ہے، کیا بات ہے؟“ انہوں نے کہا کہ: ”مجھے ایک صاحب نے بڑے راز میں لے کر کہا کہ ایسا نہیں کہ بجائے روضہ اطہر کے وہ مسجد نبوی کی نیت کریں؟“ سنا آپ نے۔ مسجد نبوی۔ نام کیا ہے؟ مسجد اور نبوی۔ دو الفاظ ہیں۔ اگر نبوی کا لفظ اٹھایا جائے تو صرف مسجد رہ جاتی ہے۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس مسجد کو شرف کس سے حاصل ہوا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کو مقبولیت عطا ہوئی۔ اور یہاں جو نمازیں پڑھی جاتی ہیں، وہ کئی نمازوں کے برابر ہیں۔

خانہ کعبہ اور بیت المقدس کے بعد سب سے زیادہ ثواب دہیں کا ہے۔  
 میرے ایک معتقد عمرے سے جب واپس آئے تو مجھے کہتے  
 لگے کہ مدینہ شریف سے باہر ہی مجھے ایک مولوی صاحب نے  
 سنبھال لیا کہ ”بھائی صاحب، یہاں مسجد نور ہے۔ اس میں نماز  
 پڑھنا مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے زیادہ ثواب ہے“ غور سے  
 سُننا۔ ع

اے باد صبا، یہ کیا کیا ہم پر ستم نہ ہوں گے  
 اس بے چارے کو دین کا الف، ب، ت بھی معلوم نہیں تھا۔  
 چنانچہ وہیں ڈیرا ڈال دیا۔ اور اس کے بعد روضہ اطہر کی زیارت  
 کو گئے۔

یاد رکھو، یہ وہابی بڑے بدتمیز ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کہ  
 جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دکھ نہ رہا، پھر اس کے اندر کیا  
 رہا۔ ان میں شرم و حیا ختم ہو گئی۔ شرم و حیا تو ایمان ہے۔  
 الحياء من الایمان۔“ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا  
 ارشاد ہے۔

عزیزانِ من! جو شخص بدتمیز اور بد اخلاق ہو، اس کی  
 زبان وہی سمجھ سکتا ہے اور اس کے ساتھ وہی بات کر سکتا ہے  
 جو اتنا ہی بدتمیز اور بد اخلاق ہو، جتنا کہ وہ شخص ہے۔ ہمارے

آپ کے بس کی بات نہیں۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ رائے ونڈ میں تبلیغی اجتماع تھا۔ اجتماع بڑا پُر شکوہ تھا۔ بہت لوگ تھے۔ دو نوجوان ادھر سے گزرے۔ جب ایسی حالت انہوں نے دیکھی، تو انہیں جوش آ گیا۔ جب جوش آتا ہے، تو ہر شخص اپنے عقیدے کے مطابق ہی جوش کا اظہار کرتا ہے۔ یاد رکھو، تقسیم سے پہلے، قائد اعظم علیہ رحمت جب خطاب کرتے تھے، یا اور کوئی مسلم لیگی خطاب کرتا تھا، تو اس میں شیعہ وغیرہ سب ہوتے تھے۔ اس میں جو نعرے لگتے تھے، ان میں پہلا نعرہ ہوتا تھا، ”نعرۂ تکبیر“ جواب دیا جاتا تھا: ”اللہ اکبر“ پھر نعرہ لگتا تھا: ”نعرۂ رسالت“ جواب ہوتا تھا: ”یا رسول اللہ“ پھر نعرہ حیدری۔ جواب ہوتا تھا: ”یا علی“ اور بعض دفعہ نعرہ غوثیہ بھی لگتا تھا، جس کا جواب ”یا غوث الاعظم“ ہوتا تھا۔ اس کے بعد قائد اعظم زندہ باد کے نعرے لگتے تھے، یا جو بھی لیڈر ہو۔ ان پر کبھی کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

ان جلسوں میں مولوی، مولانا بیٹھے ہوئے ہوتے تھے۔ کسی نے کبھی فتویٰ نہیں دیا۔ پاکستان بننے کے بعد یہ سب چیزیں یہاں بھی نمودار ہو گئیں۔ چنانچہ ان نوجوانوں نے جب یہ حالت دیکھی تو ان کو خوشی ہوئی کہ مسلمانوں کا اتنا بڑا اجتماع ہے۔ اس لئے انہوں نے

نعرہ رسالت یا رسول اللہ بلذکیا۔ آج کل یہاں پہ جو چلا ہے یہ جھگڑا  
چلا ہوا ہے یا رسول اللہ کا۔ جس کی وجہ سے مسجدوں میں بھی جو مٹے بازی  
ہو رہی ہے یہ وہیں سے چلی آرہی ہے۔

عزیزانِ من! حدیثوں کا مطالعہ کرو۔ ان کے ترجمے پڑھو۔ پتہ  
ہے صحابہ کرام کس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے  
تھے۔ وہ کہتے تھے: ”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ اسی  
طرح قرآن پاک میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے  
خطاب کیا: ”یا ایہا النبی۔ یا ایہا الرسول۔ یا ایہا المدثر  
یا ایہا المزمل“۔ یہ ”یا“ جو ہے یہ ہمارے خاندان میں  
سے گزرتی آئی ہے۔ باپ دادا نے تو ورثہ میں نہیں دی۔ یہ تو  
دین میں سے ہوتی ہوئی آئی۔ لیکن یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
کے سامنے ”یا“ کا لفظ بھی برداشت نہیں کرتے۔ اس کو بھی شرک  
کہتے ہیں۔

عزیزانِ من! شرک کے متعلق میں کہتا ہوں کہ اگر شرک ہے،  
تو پھر آپ سب ہی مشرک ہیں۔ اگر غیر خدا سے اس طرح مدد طلب  
کرنا اس طرح مانگنا شرک ہے، تو میں اور آپ تو ماں باپ ہیں  
آپ کی بیوی آپ سے خرچہ مانگتی ہے آپ کے بچے آپ سے  
خرچہ مانگتے ہیں آپ کے بچے آپ سے مانگتے ہیں کہ ابو ہمیں یہ

چیز چاہیے۔ تو وہ بھی مشرک ہوئے، کیونکہ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ  
 ابو یہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے دیا، اس میں سے ہمیں دیکھئے۔ اور آپ  
 نے کہا: لو بیٹے، میں دیتا ہوں۔ تو یہ ”میں“ جو لفظ آیا، آپ بھی  
 مشرک ہیں۔ آپ نے بھی یہ ”میں“ کہا۔ ایسا نہیں کہا کہ: بیٹے، یہ  
 اللہ تعالیٰ نے مجھے جو دیا ہے، اس میں سے تمہیں دیتا ہوں۔ غرضیکہ  
 پھر تو یہ نظام ہی نہیں چل سکتا۔ اور حد تو یہ ہے کہ کلام پاک میں  
 جگہ جگہ مشرک نظر آئے گا۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اپنے ساتھ رکھا۔ اَطِيعَ اللّٰهَ  
 وَاَطِيعَ الرَّسُوْلَ۔ اَطِيعَ الرَّسُوْلَ کہیں اور بھی کہہ سکتے  
 تھے۔ اسی طرح لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ  
 ہے۔ اللہ کے ساتھ کیوں رکھا۔

میں یہ کہتا ہوں کہ سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام کے والد  
 بینائی کھو چکے تھے۔ وہ اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ یہ میرا کرتے  
 لے جاؤ اور میرے باپ کے منہ پہ ڈال دو، بینائی لوٹ آئے  
 گی۔ کلام پاک میں سورہ یوسف اٹھا کر دیکھیں۔ کیا اس جگہ اللہ  
 کا ذکر ہے، یا صرف یہ ہے کہ کرتے لے جاؤ اور میرے باپ کے  
 منہ پہ ڈال دو۔ یہ نہیں لکھا کہ اللہ کے حکم سے، یا اللہ کے فضل  
 سے، یا اللہ کے کرم سے یہ بھیجا ہے۔ نہیں، کہیں ذکر نہیں۔ تو

کیا وہ مشرک ہوئے؟ جب ذبیحہ کو آپ نے کہا: قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ  
 إِنَّهُ رَبِّي، یعنی میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، عزیزِ مصر تو  
 میرا رب ہے۔

تو یہاں کیوں ترجمہ کرتے ہو کہ وہ میرا پرورش کرنے والا  
 ہے؟ لفظ تورب ہے۔ رب نے اپنے لئے لفظ رب استعمال  
 کیا ہے۔ اب تاویل کیوں کرتے ہو۔

اسی طرح سورہ توبہ کی آخری آیات میں ہے:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ  
 مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ  
 رَّحِيمٌ۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق رُؤُوف اور  
 رحیم کے لفظ استعمال کئے۔ یہ اللہ کی صفات ہیں۔ پھر کیوں یہ شرک  
 نہیں ہوا۔

ہمیں آپ کہیں تو، ہم آپ کو قرآن شریف میں ہر جگہ سے مثالیں  
 دیں۔ تو پھر یہ شرک شرک کہنا چھوڑ دیں۔ پھر چلو تو قرآن شریف سے  
 چلو۔ اپنے گھر جب لگتی ہے، تو پھر خاموش ہو جاتے ہیں اپنے استادوں  
 کو خدا تک لے جاتے ہو، بلکہ اس سے بھی آگے۔

تو بس رائے ونڈ کے اجتماع میں اتنا سا کہنا تھا ”یا رسول اللہ“

کہ ان دونوں نوجوانوں کی بُری گت بن گئی۔

جس انسان کو دینی علم ہی نہ ہو، صرف اپنی جیب میں پیسے والی باتوں کا علم ہو، اس کو جس دین پر لگا دو، لگ جائے گا۔ کوئی مشکل نہیں۔ اس کے بٹوے کو ہاتھ نہ لگانا۔ اگر اس کو ہاتھ لگایا، تو مزا چکھا دے گا۔ اپنی جان پہ کھیل جائے گا۔  
عسزیزانِ من!

مبلغ بننے کے لئے پہلے انسان کو چاہیئے کہ اپنا مبلغ بن جائے۔ کیوں کہ اس وقت پھر آپ کو دوسرے کو تبلیغ کرنے کا بھی حق ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور عرض کیا۔ ”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے اس بچے کو منع فرمائیئے کہ گڑ نہ کھائے۔ آپ نے فرمایا، کل لانا اسے، جب دوسرے دن بچے کو لائی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی۔ وہ عورت بہت حیران ہوئی، عرض کرنے لگی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میرے ماں باپ آپ پہ قربان، یہ آپ کل بھی فرما سکتے تھے۔ جانتے ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا؟ فرمایا، کل تک تو میں خود گڑ کھاتا تھا، میں اسے کیسے منع کرتا۔ اس کو کہتے ہیں اپنے آپ پہ تبلیغ کرنا۔

اسی طرح اگر آپ احادیث کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے منافق کی تین نشانیاں بتائی ہیں۔ فرمایا، ایک وہ جو گالیاں نکالتا ہے۔ دوسرا وہ جو امانت میں خیانت کرتا ہے اور تیسرا وہ جو وعدہ خلافی کرے۔ یعنی وعدہ کر کے پورا نہ کرے، وہ منافق ہے۔

عزیزان من! یہ خطاب خاصا طویل ہو گیا۔ اس لئے اب اتنی پرکتفا کرتا ہوں۔ اللہ آپ سب کو خوش رکھے، ہر آفت سے محفوظ و مامون رکھے، شیطان کے شر سے بچائے۔ آمین ثم آمین! واخر دعوانا عن الحمد لله رب العالمین







**5586**